

ہدایات

(وہ تقریر جو امیر جماعت اسلامی پاکستان نے ۱۳ نومبر ۱۹۷۷ء کو جماعت کے اجتماع

مام منعقدہ کراچی کے آخری اجلاس میں کی تھی)

خطبہ مسنونہ کے بعد:

رفعتے عزیزی! چار دن کے اجتماع کے بعد اب ہم لوگ ایک دوسرے سے رخصت ہو رہے ہیں جتنا کام اس اجتماع میں کرنا تھا، ہم کر چکے ہیں، اور ایک حد تک ہم اس کا جائزہ بھی اپنے اجتماع خاص میں لے چکے ہیں۔ اب رخصت ہونے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ اپنے رفقاء سے — ارکان اور متعین سب سے — خطاب کر کے انہیں وہ ضروری ہدایات دے دوں جو آئندہ اس کام کو صحیح طریقے پر چلانے کے لئے مطلوب ہیں۔

تعلق باللہ اولین چیز، جس کی ہدایت ہمیشہ سے انبیاء، اور خلفاء راشدین، اور صلحائے امت ہر موقع پہنچنے ساتھیوں کو دیتے رہے ہیں، وہ اللہ سے ڈرنے اور اس کی محبت دل میں بٹھانے اور اس کے ساتھ تعلق بڑھانے کی ہدایت ہے۔ میں نے بھی اسی کے اتباع میں ہمیشہ اپنے رفقاء کو سب سے پہلے ہی نصیحت کی ہے اور آئندہ بھی جب کبھی موقع ملے گا اسی کی نصیحت کرتا رہوں گا۔ کیونکہ یہ وہ چیز ہے جس کو ہر دوسری چیز پر مقدم ہی ہونا چاہیے۔ عقیدے میں اللہ پر ایمان مقدم ہے۔ عبادت میں اللہ سے دل کا لگاؤ مقدم ہے۔ اخلاق میں اللہ کی خشیت مقدم ہے۔ معاملات میں اللہ کی رضا کی طلب مقدم ہے۔ اور فی الجملہ ہماری ساری زندگی ہی کی درستی کا انحصار اس پر ہے کہ ہماری دوز و صواب اور سعی و جہد میں رضائے الہی کی مقصودیت ہر دوسری غرض پر مقدم ہو۔ پھر خصوصیت کے ساتھ یہ کہ جس کے لئے ہم ایک جماعت کی وحدت میں اٹھے ہیں، یہ تو سراسر تعلق باللہ ہی کے بل پر چل سکتا ہے یہ آٹا ہی مضبوط ہو گا جتنا اللہ کے ساتھ ہمارا تعلق مضبوط ہو گا، اور یہ آٹا ہی کمزور ہو گا جتنا، خدا نخواستہ

اللہ کے ساتھ ہمارا تعلق کمزور ہو گا۔

ظاہرات ہے کہ آدمی جو کام بھی کرنے اٹھتا ہے، خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا دین کا، اس کی اصل محرک وہ غرض ہوتی ہے جس کی خاطر وہ کام کرنے اٹھتا ہے، اور اس میں سرگرمی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ اُس غرض کے ساتھ آدمی کی دلچسپی میں گہرائی اور گرمجوشی ہو۔ نفس کے لئے کام کرنے والا خود غرضی کے بغیر نفس پرستی نہیں کر سکتا، اور نفس کی محبت میں جتنی شدت ہوتی ہے، اتنی ہی سرگرمی کے ساتھ وہ اس کی خدمت بجالاتا ہے۔ اولاد کے لئے کام کرنے والا اولاد کی محبت میں دیوانہ ہوتا ہے تب ہی وہ اپنے حیش و آرام کو اولاد کی بھلائی پر قربان کرتا ہے اور اپنی دنیا ہی نہیں، اپنی ماقبت تک اس غرض کے لئے خطے میں ڈال دیتا ہے کہ اُس کے بچے زیادہ سے زیادہ خوشحال ہوں۔ قوم یا وطن کے لئے کام کرنے والا ملک و قوم کے عشق میں گرفتار ہوتا ہے تب ہی وہ قوم و ملک کی آزادی، حفاظت اور بہتری کی فکر میں مالی نقصانات اٹھاتا ہے، قید و بند کی سختیاں جھپکتا ہے، شب و روز کی محنتیں صرف کرتا ہے، اور جان تک قربان کر دیتا ہے۔ اب اگر ہم یہ کام نہ اپنے نفس کے لئے کر رہے ہیں، نہ کوئی خاندانی غرض اس کی محرک ہے نہ کوئی ملکی و قومی مفاد اس میں ہمارے پیش نظر ہے، بلکہ صرف ایک اللہ کو راضی کرنا ہمیں مطلوب ہے اور اسی کا کام سمجھ کر ہم نے اسے اختیار کیا ہے، تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ جب تک اللہ ہی سے ہمارا تعلق گہرا اور مضبوط نہ ہو، یہ کام کبھی نہیں چل سکتا، اور اس میں سرگرمی آسکتی ہے تو اسی وقت جبکہ ہماری ساری رغبتیں اعلیٰ کلمۃ اللہ کی سعی میں مرکوز ہو جائیں۔ اس کام میں جو لوگ شریک ہوں ان کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ ان کا تعلق اللہ سے بھی ہو، بلکہ ان کا تعلق اللہ سے ہی ہونا چاہیے۔ اسے تعلقات میں سے ایک تعلق نہیں، بلکہ ایک ہی اصل اور حقیقی تعلق ہونا چاہیے۔ اور انہیں ہر وقت یہ فکر دامگیر رہنی چاہیے کہ اللہ سے اُن کا تعلق گٹھے نہیں بلکہ روز بروز زیادہ بڑھتا اور گہرا ہوتا چلا جائے۔

اس معاملہ میں ہمارے درمیان دو رائیں نہیں ہیں کہ تعلق باللہ ہی ہمارے اس کام کی جان ہے۔ جماعت کا کوئی رفیق، الحمد للہ کہ اس کی اہمیت کے احساس سے غافل نہیں ہے۔ البتہ جو سوالات اکثر لوگوں کو پریشان رکھتے ہیں وہ یہ ہیں کہ تعلق باللہ سے ٹھیک مراد کیا ہے؟ اس کو پیدا کرنے اور بڑھانے کا طریقہ کیا

ہے اور آخر ہم کس طرح یہ معلوم کریں کہ ہمارا تعلق واقعی اللہ سے ہے یا نہیں اور ہے تو کتنا ہے؟ ان سوالات کا کوئی واضح جواب معلوم نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اکثر یہ محسوس کیا ہے کہ لوگ گویا اپنے آپ کو ایک بے نشان صحرا میں پارہے ہیں جہاں کچھ پتہ نہیں چلتا کہ ان کی منزل مقصود ٹھیک کس سمت میں ہے، اور کوئی اندازہ نہیں ہوتا کہ انہوں نے کتنا راستہ طے کیا اور اب کس مرحلے میں ہیں اور آگے کتنے مراحل باقی ہیں۔ اسی وجہ سے بسا اوقات ہمارا کوئی رفیق مبہم تصورات میں گم ہونے لگتا ہے، کوئی ایسے طریقوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے جو موصول الی المقصود نہیں ہیں، کسی کے لئے مقصود سے قریب کا تعلق اور دور کا تعلق رکھنے والی چیزوں میں امتیاز کرنا مشکل ہو رہا ہے، اور کسی پر حیرت کا عالم طاری ہے۔ اس لئے آج میں صرف تعلق باللہ کی نصیحت ہی پر اکتفا نہ کروں گا بلکہ اپنے علم کی حد تک ان سوالات کا بھی ایک واضح جواب دینے کی کوشش کروں گا۔

تعلق باللہ کے معنی | تعلق باللہ سے مراد، جیسا کہ قرآن مجید میں بتایا گیا ہے، یہ ہے کہ آدمی کا جینا اور مرنا اور اس کی عبادتیں اور قربانیاں سب کی سب اللہ کے لئے ہوں:

إِن مَّسَلُوْنِي وَتَشْكِي وَتَحْتِيَائِي وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اور وہ پوری طرح کیسے ہو کر اپنے دین کو بالکل اللہ کے لئے خالص کر کے، اس کی بندگی کرے:-

وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر اپنے ارشادات میں اس تعلق کی ایسی تشریح فرمادی ہے کہ اس کے مفہوم و تدعائیں کوئی ابہام باقی نہیں رہا ہے۔ حضور کے بیانات کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلق باللہ کے معنی ہیں خَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، ”کھلے اور چھپے ہر کام میں اللہ کا خوف سوس کرنا“ اور یہ کہ اَنْ تَكُوْنَ بِمَا فِي يَدَيِ اللّٰهِ اَوْ تَكُوْنَ بِمَا فِي يَدَيْكَ، ”اپنے ذرائع و وسائل کی یہ نسبت تیرا بھروسہ اللہ کی قدرت پر زیادہ ہو“ اور یہ کہ مَنْ اَتَمَّ اللّٰهُ بِرَضَى اللّٰهِ بِسَخِيطِ النَّاسِ، ”آدمی اللہ کو راضی کرنے کے لئے لوگوں کو ناراض کر لے“ جس کے بالکل برعکس حالت یہ ہے کہ آدمی لوگوں کو راضی کرنے کے لئے اللہ کی ناراضی مہمل لے، مَنْ اَتَمَّ النَّاسُ بِرَضَى النَّاسِ بِسَخِيطِ اللّٰهِ۔

پھر جب یہ تعلق بڑھتے بڑھتے اس حد کو پہنچ جائے کہ آدمی کی محبت اور دشمنی اور اس کا دنیا اور روکنا جو کچھ بھی ہو اللہ کے لئے اور اللہ کی خاطر ہو، اور نفسانی رغبت و نفرت کی لاگ اس کے ساتھ لگی نہ ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اُس نے تعلق باللہ کی تکمیل کر لی:

مَنْ أَحَبَّ إِلَهُ وَأَبْغَضَ إِلَهُ وَأَعْطَى إِلَهُ وَمَنَعَ إِلَهُ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ

پھر یہ جو آپ ہر روز رات کو اپنی دعائے قنوت میں پڑھتے ہیں، اس کا لفظ لفظ اُس تعلق کی نشان دہی کرتا ہے جو آپ کا اللہ کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اس کے الفاظ پر غور کیجئے اور دیکھتے جائیے کہ آپ ہر رات اپنے اللہ کے ساتھ کس قسم کا تعلق رکھنے کا اقرار کیا کرتے ہیں:

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَهْدِيكَ
وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنُتَوَكَّلُ
عَلَيْكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ حَمْدًا
نَشْكُرُكَ لَعَلَّكَ تَكْفِرُكَ، وَنُخْلَعُ وَنَقْرُكَ
مَنْ يَفْعَلْكَ - اللَّهُمَّ أَيَاكَ نَعْبُدُ،
وَأَيْكَ نَسْتَعِينُ، وَأَيْكَ نَسْتَعِيذُ
وَنُخْفِذُ - نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنُخْشِي
عَذَابَكَ، أَلَا عِزُّ أَيْدِكَ الْجَبْدُ
بِالْكَفَارِ مَلْحَقٌ -

خدا یا! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں، تجھ سے رہنمائی
طلب کرتے ہیں، تجھ سے معافی چاہتے ہیں، تجھ پر ایمان
لا رہے ہیں، تیرے ہی اوپر بھروسہ رکھتے ہیں، اور ساری
تعریفیں تیرے ہی لئے مخصوص کرتے ہیں۔ ہم تیرے شکر گزار
ہیں، کفر لاپ نعمت کو تو اے نہیں ہیں۔ ہم ہر اُس شخص کو چھوڑ
دیں گے جو تیری نافرمانی کرے۔ خدا یا ہم تیری ہی بن لگی کرنے
ہیں، تیرے ہی لئے نذر پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور باری ساری
دُعا و صواب تیری طرف ہی ہے۔ ہم تیری رحمت کے
امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں، یقیناً
تیرا سخت عذاب اُن لوگوں کو پہنچنے والا ہے جو کافر ہیں۔

پھر اسی تعلق باللہ کی تصویر اُس دعائیں پائی جاتی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کے لئے اُٹھتے وقت پڑھا کرتے تھے۔ اس میں آپ اللہ کو خطاب کر کے عرض کرتے ہیں:

اللَّهُمَّ ذَاكَ اسْلَمْتُ وَبِكَ اَمْنْتُ
عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ اَمْنْتُ

خدا یا! میں تیرا ہی مطیع فرمان ہوا اور تجھی پر ایمان لایا
اور تیرے ہی اوپر میں نے بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف

دریخت خاصنت و الیت خاکنت۔ میں نے رجوع کیا، اور تیری ہی وجہ سے میں لڑا

اور تیرے ہی حضور اپنا مقدمہ لایا۔

تعلق باللہ بڑھانے کا طریقہ | یہ بے ٹھیک ٹھیک نوعیت اُس تعلق کی جو ایک مومن کو اللہ سے ہونا چاہیے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس تعلق کو پیدا کرنے اور بڑھانے کا طریقہ کیا ہے۔

اُس کو پیدا کرنے کی صورت صرف ایک ہے، اور وہ یہ کہ آدمی سچے دل سے اللہ و وحدہ لا شریک کو اپنا اور ساری کائنات کا مالک، معبود اور حاکم تسلیم کرے، الیت کی تمام صفات اور حقوق اور اختیارات کو اللہ کے لئے مخصوص مان لے، اور اپنے قلوب کو شرک کے ہر شاخے سے پاک کر دے۔ یہ کام جب آدمی کر لیتا ہے تو اللہ سے اس کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

رہا اس تعلق کا نشو و نما، تو وہ دو طریقوں پر منحصر ہے۔ ایک فکر و فہم کا طریقہ، اور دوسرا عمل کا طریقہ۔ فکر و فہم کے طریقے سے اللہ کے ساتھ تعلق بڑھانے کی صورت یہ ہے کہ آپ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی مدد سے ان نسبتوں کو تفصیل کے ساتھ اور زیادہ سے زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھیں جو آپ کے اور خدا کے درمیان فطرۃ ہیں اور بالفعل رہنی چاہئیں۔ ان نسبتوں کا ٹھیک ٹھیک احساس و ادراک اور ذہن میں ان کا استحضار صرف اسی طریقے سے ممکن ہے کہ آپ قرآن اور حدیث کو سمجھ کر پڑھیں اور بار بار اس مطالعے کی تکرار کرتے رہیں، اور ان کی روشنی میں جو نسبتیں آپ کے اور خدا کے درمیان معلوم ہوں ان پر غور و فکر کر کے اور اپنی حالت کا جائزہ لے کر دیکھتے رہیں کہ ان میں سے کس کس نسبت کو آپ نے بالفعل قائم کر رکھا ہے، کہاں تک اس کے تقاضے آپ پورے کر رہے ہیں، اور کس کس پہلو میں کیا کمی آپ محسوس کرتے ہیں۔ یہ احساس اور یہ استحضار جتنا بڑھے گا، انشاء اللہ اسی تناسب کے ساتھ اللہ سے آپ کا تعلق بھی بڑھے گا۔

مثال کے طور پر ایک نسبت آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان یہ ہے کہ آپ عبد ہیں اور وہ آپ کا معبود ہے۔ دوسری نسبت یہ ہے کہ آپ زمین پر اس کے خلیفہ ہیں اور اس نے اپنی بے شمار امانتیں، آپ کے سپرد کر رکھی ہیں۔ تیسری نسبت یہ ہے کہ آپ ایمان لا کر اس کے ساتھ ایک بیع کا معاہدہ طے کر

چکے ہیں جس کے مطابق آپ نے اپنی جان و مال اس کے ماتھے پیچھے ہے اور اس نے جنت کے وعدے پر خریدی ہے۔ چوتھی نسبت آپ کے اور اس کے درمیان یہ ہے کہ آپ اس کے سامنے جواب دہ ہیں اور وہ آپ کا حساب صرف آپ کے ظاہر ہی کے لحاظ سے لینے والا نہیں ہے بلکہ آپ کی جملہ حرکات و سکنات، بلکہ آپ کی نیتوں اور ارادوں تک کا ریکارڈ اس کے پاس محفوظ ہو رہا ہے۔ غرض یہ اور دوسری بہت سی نسبتیں ایسی ہیں جو آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان موجود ہیں۔ بس اتنی نسبتوں کو سمجھنے، محسوس کرنے، یاد رکھنے اور ان کے تقاضے پورے کرنے پر اللہ کے ساتھ آپ کے تعلق کا بڑھتا اور قریب تر ہونا موقوف ہے۔ آپ جس قدر ان سے غافل ہوں گے اللہ سے آپ کا تعلق اتنا ہی کمزور ہوگا اور جس قدر زیادہ ان سے خبردار اور ان کی طرف متوجہ رہیں گے اسی قدر آپ کا تعلق گہرا اور مضبوط ہوگا۔

لیکن یہ فکری طریقہ اس وقت تک نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا، بلکہ زیادہ دیر تک نیا بنا بھی نہیں جاسکتا جب تک کہ عملی طریقے سے اس کو مدد اور قوت نہ پہنچائی جائے۔ اور وہ عملی طریقہ ہے احکامِ الہی کی مخلصانہ اطاعت، اور ہر اس کام میں جان لڑا کر دوڑ دھوپ کرنا جس کے متعلق آدمی کو معلوم ہو جائے کہ اس میں اللہ کی رضا ہے۔ احکامِ الہی کی مخلصانہ اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ جن کاموں کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو بادلِ نخواستہ نہیں بلکہ اپنے دل کی رغبت اور شوق کے ساتھ خفیہ اور علانیہ انجام دیں اور اس میں کسی دنیوی غرض کو نہیں بلکہ صرف اللہ کی خوشنودی کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ اور جن کاموں سے اللہ نے روکا ہے ان سے قطعی نفرت و کراہت کے ساتھ خفیہ اور علانیہ پرہیز کریں اور اس پرہیز کا محرک کوئی دنیوی نقصان کا خوف نہیں بلکہ اللہ کے غضب کا خوف ہو۔ یہ طرزِ عمل آپ کو تقویٰ کے مقام پر پہنچا دے گا۔ اور اس کے بعد دوسرے طرزِ عمل آپ کو احسان کی منزل پر پہنچائے گا، یعنی یہ کہ آپ دنیا میں ہر اس بھلائی کو فروغ دینے کی کوشش کریں جسے اللہ پسند فرماتا ہے، اور ہر اس بُرائی کو دبانے کی کوشش کریں جسے اللہ ناپسند فرماتا ہے، اور اس کوشش میں جان، مال، وقت، محنت، اور دل و دماغ کی قابلیت، غرض کسی چیز کے قربان کرنے میں بھی بخل سے کام نہ لیں۔ پھر اس راہ میں جو قربانی بھی آپ کریں اس پر کوئی فخر آپ کے دل میں پیدا نہ ہو، نہ یہ خیال کہ میں آپ کے دل میں آئے کہ آپ نے کسی پر احسان کیا ہے، بلکہ بڑی سے بڑی قربانی کر کے بھی آپ یہی

سمجھتے رہیں کہ آپ کے خالق کا جو حق آپ پر تھا وہ پھر بھی ادا نہیں ہو سکا ہے۔

تعلق باللہ کی افزائش کے وسائل | اس طرز عمل کو اختیار کرنا درحقیقت کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ ایک نہایت دشوار گزار گھاٹی ہے جس پر چڑھنے کے لئے بڑی طاقت درکار ہے۔ اور یہ طاقت جن تدبیریں سے آدمی کے اندر پیدا ہو سکتی ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ نماز، نہ صرف فرض اور سنت، بلکہ حسب استطاعت نوافل بھی۔ مگر یاد رکھئے کہ نوافل زیادہ سے زیادہ اخفاء کے ساتھ پڑھنے چاہئیں تاکہ اللہ سے آپ کا ذاتی تعلق نشوونما پائے اور اخلاص کی صفت آپ میں پیدا ہو۔ نقل خوانی کا، اور خصوصاً تہجد خوانی کا اظہار بسا اوقات ایک خطرناک قسم کا ریا اور کبر انسان میں پیدا کر دیتا ہے جو نفسِ مومن کے لئے سخت ہلک ہے۔ اور یہی نقصانات دوسرے نوافل اور صدقات اور اذکار کے اظہار و اعلان میں بھی پائے جاتے ہیں۔

۲۔ ذکر الہی، جو زندگی کے تمام احوال میں جاری رہنا چاہیے۔ اس کے وہ طریقے صحیح نہیں ہیں جو بعد کے ادوار میں صوفیاء کے مختلف گروہوں نے خود ایجاد کئے یا دوسروں سے لئے، بلکہ بہترین اور صحیح ترین طریقہ وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا اور صحابہ کرام کو سکھایا۔ آپ حضور کے تعلیم کردہ اذکار اور دعاؤں میں سے جس قدر بھی یاد کر سکیں یاد کر لیں۔ مگر الفاظ کے ساتھ ان کے معانی بھی ذہن نشین کیجئے، اور معانی کے استحضار کے ساتھ ان کو وقتاً فوقتاً پڑھتے رہا کیجئے۔ یہ اللہ کی یاد تازہ رکھنے اور اللہ کی طرف دل کی توجہ مرکوز رکھنے کا ایک نہایت موثر ذریعہ ہے۔

۳۔ روزہ، نہ صرف فرض، بلکہ نفل بھی۔ نفل روزوں کی بہترین اور معتدل ترین صورت یہ ہے کہ ہر چھینے تین دن کے روزوں کا التزام کر لیا جائے، اور ان ایام میں خاص طور پر تقویٰ کی اس کیفیت کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے جسے قرآن مجید روزے کی اصل خاصیت بتاتا ہے۔

۴۔ انفاق فی سبیل اللہ، نہ صرف فرض، بلکہ نفل بھی، جہاں تک آدمی کی استطاعت ہو۔ اس معاملہ میں یہ بات بھی طرح سمجھ لیجئے کہ اصل چیز مال کی وہ مقدار نہیں ہے جو آپ خدا کی راہ میں صرف کرتے ہیں، بلکہ اصل چیز وہ قربانی ہے جو اللہ کی خاطر آپ نے کی ہو۔ ایک غریب آدمی اگر اپنا پیٹ کاٹ کر خدا کی راہ

میں ایک پیسہ صرف کرے تو وہ اللہ کے ہاں اس ایک ہزار روپیہ سے زیادہ قیمتی ہے جو کسی دولت مند نے اپنی آسائشوں کا دسواں یا بیسواں حصہ قربان کر کے دیا ہو۔ اس کے ساتھ یہ بھی آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ صدقہ اُن اہم ترین فرائع میں سے ہے جو تزکیہ نفس کے لئے اللہ اور اس کے رسول نے بتائے ہیں۔ آپ اس کے اثرات کا تجربہ کر کے اس طرح دیکھ سکتے ہیں کہ ایک دفعہ اگر آپ سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو آپ صرف نادام ہونے اور توبہ زینینہ پر اکتفا کریں۔ اور دوسری مرتبہ اگر کسی لغزش کا صدور ہو تو آپ توبہ کے ساتھ خدا کی راہ میں کچھ صدقہ بھی کریں۔ دونوں حالتوں کا موازنہ کر کے آپ خود اندازہ کر لیں گے کہ توبہ کے ساتھ صدقہ آدمی کے نفس کو زیادہ پاک اور بُرے میلانات کے مقابلے کے لئے زیادہ مستعد کرتا ہے۔ یہ وہ سیدھا سادہ اسلوک ہے جو قرآن اور سنت نے ہمیں بتایا ہے۔ اس پر اگر آپ عمل کریں تو ریاضتوں اور مجاہدوں اور مراقبوں کے بغیر ہی آپ اپنے گھروں میں اپنے بال بچوں کے درمیان رہتے ہوئے اور اپنے سارے دنیوی کاروبار انجام دیتے ہوئے، اپنے خدا سے تعلق بڑھا سکتے ہیں۔

تعلق باللہ کو ناپنے کا پیمانہ | اس کے بعد یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ ہم کیونکر یہ معلوم کریں کہ اللہ کے ساتھ ہمارا تعلق کتنا ہے، اور ہمیں کیسے پتہ چلے کہ وہ بڑھ رہا ہے یا گھٹ رہا ہے؟ میں کتنا ہوں کہ اسے معلوم کرنے کے لئے آپ کو خواب کی بشارتوں اور کشف و کرامت کے ظہور، اور اندھیری کو ٹھٹھی میں انوار کے مشاہدے کا انتظار کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس تعلق کو ناپنے کا پیمانہ تو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے قلب ہی میں رکھ دیا ہے۔ آپ بیداری کی حالت میں اور دن کی روشنی میں ہر وقت اس کو ناپ کر دیکھ سکتے ہیں۔ اپنی زندگی کا، اپنے اوقات کا، اپنی مساعی کا اور اپنے جذبات کا جائزہ لیجئے۔ اپنا حساب آپ لے کر دیکھیے کہ ایمان لا کر اللہ سے بیع کا جو معاہدہ آپ کر چکے ہیں اسے آپ کہاں تک نباہ رہے ہیں؟ اللہ کی امانتوں میں آپ کا تصرف ایک ایمن ہی کا سا تصرف ہے یا کچھ خیانت بھی پائی جاتی ہے؟ آپ کے اوقات اور محنتوں اور قابلیتوں اور اموال کا کتنا حصہ خدا کے کام میں جا رہا ہے اور کتنا دوسرے کاموں میں؟ آپ کے اپنے مفاد اور جذبات پر چوٹ پڑے تو آپ کے غصے اور بے گلی کا کیا حل ہوتا ہے اور جب خدا کے مقابلے میں بغاوت ہو رہی ہو تو اسے دیکھ کر آپ کے دل کی کڑھن اور آپ کے غضب اور

بے چینی کی کیا کیفیت رہتی ہے؟ یہ اور دوسرے بہت سے سوالات ہیں جو آپ خود اپنے نفس سے کر سکتے ہیں اور اس کا جواب لے کر ہر روز معلوم کر سکتے ہیں کہ اللہ سے آپ کا کوئی تعلق ہے یا نہیں، اور ہے تو کتنا ہے، اور اس میں کمی ہو رہی ہے یا اضافہ ہو رہا ہے۔ یہیں بشارتیں اور کشوف و کرامات اور انوار و تجلیات، تو آپ ان کے اکتساب کی فکر میں نہ پڑیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اس مادی دنیا کے دھوکا دینے والے مظاہر میں توجید کی حقیقت کو پالینے سے بڑا کوئی کشف نہیں ہے۔ شیطان اور اس کی ذریت کے دلائے ہوئے ڈراووں اور لالچوں کے مقابلے میں راہ راست پر قائم رہنے سے بڑی کوئی کرامت نہیں ہے۔ کفر و فسق اور ضلالت کے اندھیروں میں حق کی روشنی دیکھنے اور اس کا اتباع کرنے سے بڑا کوئی مشاہدہ انوار نہیں ہے۔ اور مومن کو اگر کوئی سب سے بڑی بشارت مل سکتی ہے تو وہ اللہ کو رب مان کر اس پر جم جانے اور ثابت قدمی کے ساتھ اس پر چلنے سے ملتی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَ اللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَا تَخَافُوْنَ وَلَا تَحْزَنُوْنَ اَبَشِرْ وَاَبْلِغْهُ الْاَلِیَّ کُنْتُمْ تُعٰذِرُوْنَ۔

ترجمہ آخرت | تعلق باللہ کے بعد دوسری چیز جس کی میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہر حال میں دنیا پر آخرت کو ترجیح دیکھئے اور اپنے ہر کام میں آخرت ہی کی فہم و فلاح کو مقصود بنائیے۔

قرآن مجید میں بتاتا ہے کہ دائمی اور ابدی زندگی کا مقام آخرت ہے، اور دنیا کی اس عارضی قیام گاہ میں ہم صرف اس امتحان کے لئے بھیجے گئے ہیں کہ خدا کے دیئے ہوئے حقوڑے سے سر و سامان، حقوڑے سے اختیارات، اور گئے چنے اوقات و مواقع میں کام کر کے ہم میں سے کون اپنے آپ کو خدا کی جنت کا مستقل آباد کار بننے کے لئے موزوں ثابت کرتا ہے۔ یہاں جس چیز کا امتحان ہم سے لیا جا رہا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ ہم صنعتیں اور تجارتیں اور کھیتیاں اور سلطنتیں چلانے میں کیا کمالات دکھاتے ہیں، اور عمارتیں اور سرکاری کیسی اچھی بناتے ہیں، اور ایک شاندار تمدن پیدا کرنے میں کتنی کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ سارا امتحان صرف اس امر کا ہے کہ ہم خدا کی دی ہوئی امانتوں میں خدا کی خلافت کا حق ادا کرنے کی کتنی قابلیت رکھتے ہیں۔ باغی اور خود مختار بن کر رہتے ہیں یا مطیع و فرمانبردار بن کر؟ خدا کی زمین پر خدا کی مرضی پوری کرتے ہیں یا اپنے نفس اور اہلباب من و عن اللہ کی؟ خدا کی دنیا کو خدائی معیار کے مطابق سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں یا بگاڑنے کی؟ اور

خدا کی خاطر شیطانی قوتوں سے کشمکش اور مقابلہ کرتے ہیں یا ان کے آگے سر ڈال دیتے ہیں؛ جنت میں آدم و حوا علیہما السلام کا جو پہلا امتحان ہوا تھا وہ دراصل اسی امر میں تھا، اور آخرت میں جنت کی مستقل آبادی کے لئے نوری انسانی کے افراد کا جو انتخاب ہوگا وہ بھی اسی فیصلہ کن سوال پر ہوگا۔ پس کامیابی و ناکامی کا اصل معیار یہ نہیں ہے کہ امتحان دینے کے دوران میں کس نے تخت شاہی پر بیٹھ کر امتحان دیا اور کس نے تختہ دار پر ہار کس کی آزمائش ایک سلطنتِ عظیم دے کر کی گئی اور کسے ایک جھوٹی پٹری میں آزمایا گیا۔ امتحان گاہ کے یہ وقتی اور عارضی حالات اگر اچھے ہوں تو یہ فوز و فلاح کی دلیل نہیں، اور برے ہوں تو یہ خائب و خاسر رہ جانے کے ہم معنی نہیں۔ اصل کامیابی جس پر ہمیں اپنی نگاہ جمائے رکھنی چاہیے، یہ ہے کہ دنیا کی اس امتحان گاہ میں جس جگہ بھی ہم بٹھائے گئے ہوں اور جو کچھ بھی دے کر ہمیں آزمایا گیا ہو اس میں ہم اپنے آپ کو خدا کا وفادار بندہ اور اس کی مرضات کا نتیجہ ثابت کریں تاکہ آخرت میں ہم کو وہ پوزیشن ملے جو خدا نے اپنے وفادار بندوں کے لئے رکھی ہے۔

حضرات! یہ ہے اصل حقیقت۔ مگر یہ ایسی حقیقت ہے جسے محض ایک دفعہ سمجھ لینا اور مان جانا کافی نہیں ہے بلکہ اسے ہر وقت ذہن میں تازہ رکھنے کی سخت کوشش کرنی پڑتی ہے، ورنہ ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ ہم آخرت کے منکر نہ ہونے کے باوجود دنیا میں اُس طریقے پر کام کرنے لگیں جو آخرت کو بھول کر، دنیا کو مقصود بنا کر کام کرنے والوں کا طریقہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت ایک غیر محسوس چیز ہے جو مرنے کے بعد سامنے آنے والی ہے۔ اس دنیا میں ہم اس کا اور اس کے اچھے بُرے نتائج کا ادراک صرف ذہنی توجہ ہی سے کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس دنیا ایک محسوس چیز ہے جو اپنی انخیاں اور شیریںیاں ہر وقت ہمیں چکھاتی رہتی ہے، اور جس کے اچھے اور بُرے نتائج ہر آن ہمارے سامنے آکر ہمیں یہ دھوکا دیتے رہتے ہیں کہ اصل نتائج بس یہی ہیں۔ آخرت بگڑے تو اس کی تھوڑی بہت تلخی ہمیں صرف ایک دل کے چھپے ہوئے ضمیر میں محسوس ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ زندہ ہو۔ مگر دنیا بگڑے تو اس کی چھین ہمارا رنگٹا رنگٹا محسوس کرتا ہے اور ہمارے بال بچے، عزیز اقارب، دوست آشنا، اور سوسائٹی کے عام لوگ، سب مل جل کر اسے محسوس کرتے اور کراتے ہیں۔ اسی طرح آخرت سنورے تو اس کی کوئی ٹھنڈک ہمیں ایک گوشہ دل کے سوا کہیں محسوس نہیں

ہوتی، اور وہاں بھی صرف اس صورت میں محسوس ہوتی ہے جب کہ غفلت نے دل کے اس گوشے کو سن نہ کر دیا ہو۔ مگر اپنی دنیا کا سنوار ہمارے پورے وجود کے لئے لذت بن جاتا ہے، ہمارے تمام حواس اس کو محسوس کرتے ہیں اور ہمارا سارا ماحول اس کے احساس میں شریک ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آخرت کو بطور ایک عقیدے کے مان لینا چاہیے بہت مشکل نہ ہو، مگر اسے انداز فکر اور اخلاق و اعمال کے پورے نظام کی بنیاد بنا کر زندگی بھر کام کرنا سخت مشکل ہے۔ اور دنیا کو زبان سحر میں کہہ دینا چاہیے کتنا ہی آسان ہو، مگر دل سے اس کی محبوبیت اور خیال سے اس کی مطلوبیت کو نکال پھینکنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ کیفیت بڑی کوشش سے حاصل ہوتی ہے اور ہم کوشش کرتے رہنے سے قائم رہ سکتی ہے۔

فکر آخرت کی تربیت کے ذرائع | آپ پوچھیں گے کہ یہ کوشش ہم کیسے کریں اور کن چیزوں سے اس میں مدد لیں؟ میں عرض کر دے گا کہ اس کے بھی دو طریقے ہیں۔ ایک فکری طریقہ، اور دوسرا عملی طریقہ۔

فکری طریقہ یہ ہے کہ آپ صرف امانت بالیومہ الآخر کہہ دینے پر اکتفا نہ کریں، بلکہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی عادت ڈالیں جس سے رفتہ رفتہ آپ کو آخرت کا عالم دنیا کے اس پردے کے پیچھے یقین کی آنکھوں سے نظر آنے لگے گا۔ قرآن کا شاید کوئی ایک صفحہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں کسی نہ کسی ڈھنگ سے آخرت کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ جگہ جگہ آپ کو اس میں عالم آخرت کا نقشہ ایسی تفصیل کے ساتھ ملے گا کہ جیسے کوئی دہاں کا آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہا ہو۔ بلکہ بہت سے مقامات پر تو یہ نقشہ کشی ایسے عجیب طریقے سے کی گئی ہے کہ پڑھنے والا تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو وہاں پہنچا ہوا محسوس کرنے لگتا ہے اور بس اتنی کسر رہ جاتی ہے کہ اس مادی دنیا کا دھندلا سا پردہ ذرا سامنے سے ہٹ جائے تو آدمی آنکھوں سے دسب کچھ دیکھ لے جو الفاظ میں بیان کیا جا رہا ہے۔ پس قرآن کو بالالزام سمجھ کر پڑھنے رہنے سے بتدریج آدمی کو یہ کیفیت حاصل ہو سکتی ہے کہ اس کے ذہن پر آخرت کا خیال مسلط ہو جائے اور وہ ہر وقت یہ محسوس کرنے لگے کہ اس کی مستقل قیام گاہ موت کے بعد کا عالم ہے جس کی اسے دنیا کی اس عارضی زندگی میں تیاری کرنی ہے۔

اس ذہنی کیفیت کو مزید تقویت حدیث کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے جس میں بار بار زندگی بعد الموت کے حالات بالکل ایک چشم دید شاہد سے کی شان سے آدمی کے سامنے آتے ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کس طرح ہر وقت آخرت کے یقین سے معمور رہتے تھے۔
 پھر اس کیفیت کو راسخ کرنے میں مزید مدد زیارت قبور سے ملتی ہے جس کی واحد غرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے یہ بتائی ہے کہ آدمی کو اپنی موت یاد رہے اور وہ دنیا کی اس متاع غرور کے ساتھ مشغول رہتے ہوئے
 اس بات کو نہ بھول جائے کہ آخر کار اسے جانا وہیں ہے جہاں سب گئے ہیں اور زندگی چلے جا رہے ہیں۔ البتہ
 یہ خیال رہے کہ اس غرض کے لئے وہ مزارات سب سے کم مفید ہیں جنہیں آج بگڑے ہوئے لوگوں نے حجت
 روائی و مشکل کشائی کے مراکز بنا رکھا ہے۔ ان کے بجائے آپ گورگیاں کی زیارت کر کے زیادہ فائدہ اٹھا
 سکتے ہیں، یا پھر بادشاہوں کے اُن عالیشان مقبروں کو دیکھ کر جن کے آس پاس کہیں کوئی صاحب و دربان
 ادب قاعدے سکھانے والا نہیں ہے۔

اس کے بعد عملی طریقے کو لیجئے۔ آپ کو دنیا میں رہتے ہوئے اپنی گھریلو زندگی میں، اپنے محلے اور اپنی برادری
 کی زندگی میں، اپنے حلقہ احباب اور حلقہ تعارف میں، اپنے شہر اور اپنے ملک کے معاملات میں، اپنے لین
 دین اور اپنی معاش کے کاموں میں، غرض ہر طرف ہر آن قدیم قدم پر ایسے دورا ہے ملتے ہیں جن میں سے ایک
 راستے کی طرف جانا ایمان بالآخرۃ کا تقاضا ہوتا ہے اور دوسرے کو اختیار کرنا دنیا پرستی کا تقاضا۔ ایسے ہر
 موقع پر پوری کوشش کیجئے کہ آپ کا قدم پہلے راستے ہی کی طرف بڑھے۔ اور اگر نفس کی کمزوری سے یا غفلت
 کی وجہ سے کبھی دوسرے راستے پر آپ چل نکلے ہوں، تو ہوش آتے ہی پلٹنے کی کوشش کیجئے، خواہ کتنے ہی
 دور پہنچ چکے ہوں۔ پھر وقتاً فوقتاً اپنا حساب لے کر دیکھتے رہیے کہ کتنے مواقع پر دنیا آپ کو کھینچنے میں کامیاب
 ہوئی، اور کتنی بار آپ آخرت کی طرف کھینچنے میں کامیاب ہوئے۔ یہ جائزہ آپ کو خود ہی ناپ تول کر بتا رہیگا
 کہ آپ کے اندر فکر آخرت نے کتنا نشوونما پایا، اور ابھی کتنی کچھ کسی آپ کو پوری کرنی ہے جس قدر کہی آپ خود محسوس کریں
 اسے خود ہی پورا کر نیکی کوشش کریں۔ بیرونی مدد آپ کو زیادہ سے زیادہ بہم پہنچ سکتی ہے تو اس طرح پہنچ سکتی ہے کہ دنیا
 پرست لوگوں کو چھوڑ کر ایسے صالح لوگوں سے ربط مضبوط بنائیں جو آپ کے علم میں دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والے
 ہوں۔ مگر یاد رکھیے کہ آج تک کوئی ذریعہ ایسا دریافت نہیں ہو سکا ہے جو آپ کے اندر خود آپ کی اپنی کوشش
 کے بغیر کسی صفت کو گھٹا سکے یا بڑھا سکے یا ایسی کوئی نئی صفت آپ میں پیدا کر سکے جس کا لائق آپ کی طبیعت

میں موجود نہ ہو۔

بیجا پندار سے احتراز | تیسری بات جس کی میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ پچھلے چند سال کی ہمیشہ کی طرح سے جو کچھ بھی اصلاح آپ کی انفرادی سیرت، آپ کے اجتماعی اخلاق، اور آپ کے جماعتی نظم میں رونما ہوئی ہے اس پر فخر کا جذبہ آپ کے دل میں ہرگز پیدا نہ ہو۔ آپ نہ فرداً فرداً، نہ من حیث الجماعت، کبھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں کہ ہم اب کامل ہو گئے ہیں، جو کچھ بننا تھا بن چکے ہیں، کوئی مزید کمال مطلوب ایسا نہیں رہا ہے جو ہمیں حاصل کرنا ہو۔

مجھے اور جماعت کے دوسرے ذمہ دار لوگوں کو بسا اوقات ایک نکتے سے دوچار ہونا پڑتا ہے ایک زمانے سے بکثرت لوگ جماعت اسلامی کی، اور دراصل اس تحریک کی جس کے لئے یہ جماعت کام کرنے اٹھی ہے، قدر گھٹانے کے لئے یہ شہو رکھ رہے ہیں کہ یہ جماعت تو محض ایک سیاسی جماعت ہے، عام سیاسی پارٹیوں کی طرح کام کر رہی ہے، اس میں تزکیہ نفس اور روحانیت کا کہیں نام و نشان تک نہیں ہے، اس میں تعلقی باللہ اور فکر آخرت کا فقدان ہے، اس کے چلانے والے خود بے پیر ہیں، نہ انہوں نے کسی سلسلہ اخلاقی سے تقوئے اور احسان کی تربیت پائی ہے نہ ان کے رفتار کو اس طرح کی کوئی تربیت ملنے کا امکان ہے۔ یہ باتیں اس لئے کی جاتی ہیں کہ جماعت اسلامی کے کارکنوں میں اور اس سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں میں بددلی پھیلے اور وہ پھر ملٹ کر انہی آستانوں سے وابستہ ہو جائیں جہاں آج تک اسلام زیر سایہ کفر کی کسی نہ کسی جزوی خدمت ہی کو بڑی سے بڑی چیز سمجھا جاتا رہا ہے، جہاں پورے دین کو بحیثیت ایک نظام زندگی کے قائم اور غالب کرنے کا تخیل سکے سے موجود ہی نہیں رہا ہے، بلکہ جہاں یہ تخیل اگر پیش کیا بھی گیا ہے تو ہر طرح کی سخن سازیوں سے اس کو ایک غیر دینی تخیل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اسے یوں ملعون کیا گیا ہے کہ گویا کفر و فسق کے مقابلے میں اسلام کو نظام غالب بنانے کی فکر سراسر ایک دنیا پرستانہ فکر ہے۔ اس حالت میں ہم کو مجبوراً اخلاقی تزکیہ نفس اور اسلامی تزکیہ نفس کا فرق واضح کرنا پڑتا ہے، اور یہ بتانا پڑتا ہے کہ وہ حقیقی تقوئے اور احسان کیا ہے جو اسلام میں مطلوب ہے، اور وہ کمالی تقوئے اور احسان کیا چیز ہے جس کی تربیت ہمارے ملل و فتنہ دینداری کے مابین دیا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہمیں جماعت اسلامی کے طریق اصلاح و تربیت اور

اس کے نتائج بھی کھول کر بیان کرنے پر تیار ہونا کہ ایک صحیح دینی بس رکھنے والا آدمی خود ہی محسوس کرے کہ جماعت اسلامی کا اثر قبول کرنے کے بعد ابتدائی مرحلے ہی میں انسان کے اندر تقویٰ اور احسان کی جو حقیقی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے وہ عمر بھر تزکیہ نفس کی تربیت پانے بلکہ تربیت دینے والوں میں بھی نظر نہیں آتی۔

یہ باتیں ہمیں مجبوراً اپنے معتزضین کی بے انصافیوں کی وجہ سے کہنی پڑتی ہیں۔ اپنی مدافعت کے لئے نہیں بلکہ تحریک اسلامی کو بچانے کی خاطر کہنی پڑتی ہیں۔ لیکن انہیں کتے وقت ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں کہ کہیں یہ باتیں ہمارے اندر اور ہمارے رفیقوں کے اندر عجیب و غرور، اور اپنی کاپیت کی غلط فہمی نہ پیدا کر دیں۔ اس لئے کہ اگر خدا نخواستہ یہ جھوٹا پندار ہمارے اندر پیدا ہو گیا تو ہم نے آج تک جو کچھ حاصل کیا ہے وہ بھی کھو بیٹھیں گے۔

اس خطرے سے بچنے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ تین حقیقتیں آپ اچھی طرح سمجھ لیں اور انہیں کبھی فراموش نہ کریں۔

پہلی بات یہ ہے کہ کمال ایک لامتناہی چیز ہے جس کی آخری حد ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے۔ آدمی کا کام یہ ہے کہ پیہم اس کی بلندیوں پر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے اور کسی مقام پر بھی پہنچ کر یہ گمان نہ کرے کہ وہ کامل ہو گیا ہے۔ جس آن کسی شخص کو یہ غلط فہمی لاحق ہوتی ہے اس کی ترقی فوراً رک جاتی ہے اور رک ہی نہیں جاتی الٹا تنزل شروع ہو جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ بلندی پر چڑھنے ہی کے لئے نہیں، ایک بلند مقام پر بیٹھنے کے لئے بھی ایک مسلسل جدوجہد درکار ہوتی ہے اور اس کا سلسلہ بند ہوتے ہی پستی کی کشش آدمی کو نیچے کھینچنا شروع کر دیتی ہے۔ ایک دانشمند آدمی کو کبھی نیچے جھک کر نہیں دیکھنا چاہیے کہ وہ اوپر کتنا چڑھ چکا ہے۔ اُسے اوپر دیکھنا چاہیے کہ جو بلندیاں ابھی چڑھنے کے لئے باقی ہیں وہ اس سے کس قدر دور ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام نے ہمارے سامنے انسانیت کا اتنا بلند معیار رکھا ہے جس کی ابتدائی منزلیں بھی غیر اسلامی مذاہب و ادیان کے معیار کمال سے اونچی ہیں۔ اور یہ کوئی خیالی معیار نہیں ہے بلکہ عمل کی دنیا میں انبیاء کرام، اور اکابر صحابہ، اور صلحاء امت کی پاکیزہ زندگیاں اس کی بلندیوں کی

نشان دہی کر رہی ہیں۔ اس معیار کو آپ ہمیشہ نگاہ میں رکھیں۔ یہ آپ کو کاپیت کی غلط فہمی سے بچائے گا، اپنی پستی کا احساس دلائے گا، اور ترقی کی کوششوں کے لئے ہر وقت اتنی بلندیاں آپ کے سامنے پیش کرتا رہے گا کہ عمر بھر کی جدوجہد کے بعد بھی آپ یہی محسوس کریں گے کہ ابھی بہت سی منزلیں چڑھنے کے لئے باقی ہیں۔ اپنے گرد و پیش کے دم توڑتے ہوئے مریضوں کو دیکھ کر اپنی ذرا سی تندرستی پر ناز نہ کیجئے۔ اخلاق و روحانیت کے اُن پہلوانوں پر نگاہ رکھیے جن کی جگہ آج آپ شیطان سے نبرد آزما ہونے کے لئے اکھاڑے میں اترے ہیں۔ یمن کا کام یہ ہے کہ دولت دین کے معاملے میں وہ ہمیشہ اپنے سے اونچے لوگوں کی طرف دیکھے تاکہ یہ دولت کمانے کی حرص کبھی اس کے اندر بھجنے نہ پائے، اور دولت دنیا کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے کم تر لوگوں کی طرف دیکھے تاکہ جتنا کچھ بھی اس کے رب نے اسے دیا ہے اس پر وہ خدا کا شکر بجالائے اور زرو مال کی پیاس تھوڑے ہی سے بجھ جائے۔

تیسری بات یہ ہے کہ فی الواقع ہماری جماعت نے اب تک اپنے اندر جو خوبیاں پیدا کی ہیں وہ بس

۱۔ ٹھیک یہی مضمون ہے ایک حدیث کا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نظر فی دینہ الی من ہو فوقہ فانتدی بہ، و نظر فی دنیا الی من ہو دونہ فمخد اللہ علی ما فضلہ اللہ علیہ، کتبہ اللہ شاکراً صابراً۔	جس نے اپنے دین کے معاملہ میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھا اور اس کی پیروی میں آگے بڑھا، اور اپنی دنیا کے معاملے میں اپنے سے کم تر کو دیکھا اور اللہ کے دیے ہوئے فضل پر اس کا شکر ادا کیا، وہ اللہ کے مال شاکر اور صابر لکھا گیا۔ بخلاف اس کے جس نے اپنے دین کے معاملے میں اپنے سے کم تر کو اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے اونچے کو دیکھا اور دنیا پانے میں جو کمی رہ گئی اس پر حسرت و اندوہ میں مبتلا ہوا، وہ اللہ کے مال نہ شاکر لکھا گیا نہ صابر۔
---	---

اس لئے خوب ہیں کہ ہمارے گرد و پیش کا بگاڑ حد سے بڑھا ہوا ہے۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک ذرا سا دیا بھی، جسے روشن کرنے کی توفیق ہم لوگوں کو نصیب ہو گئی، نمایاں نظر آنے لگا۔ ورنہ سچی بات یہ ہے کہ اسلام کے کم سے کم معیار مطلوب کو بھی سامنے رکھ کر جب ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں تو ہر پہلو سے ہمیں اپنی ذات میں اور اپنے جماعتی نظام میں خامیاں ہی خامیاں نظر آتی ہیں۔ پس اگر ہم اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کریں تو یہ محض ایک انکسار کے طور پر نہ ہو بلکہ ایک حقیقی اعتراف ہونا چاہیے اور اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنی ایک ایک کوتاہی کو سمجھیں اور اسے دور کرنے کی کوشش کریں۔

تربیت گاہوں سے فائدہ اٹھائیے | اسی چیز میں آپ کی مدد کرنے کے لئے جماعت نے تربیت کے نئے پروگرام کا آغاز کیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت جو تربیت گاہیں قائم کی گئی ہیں ان میں ارکان اور مستفین سب آ سکتے ہیں۔ تربیت کی مدت قصداً کم رکھی گئی ہے تاکہ کاروباری لوگ اور ملازمین اور زراعت پیشہ حضرات، سب کے سب اس سے بآسانی فائدہ اٹھا سکیں۔ تربیت کے دو اجزاء رکھے گئے ہیں، ایک علمی اور دوسرا عملی۔ علمی جز میں کوشش کی جاتی ہے کہ تھوڑے وقت ہی میں قرآن و حدیث کی تعلیمات، احکام فقہیہ، اور جماعتی لٹریچر کا ایک ضروری خلاصہ آدمی کے ذہن نشین ہو جائے جس سے وہ دین کو، اس کے پورے نظام کو، اس کے تقاضوں کو، اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کے طریقوں کو، اور اس کی اقامت کے لائحہ عمل کو اچھی طرح سمجھ لے، اور یہ بھی جان لے کہ اقامت دین کی اس سعی کے لئے کس قسم کی انفرادی میرت، اور کس طرح کا جماعتی کردار مطلوب ہے۔ عملی جز میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ چند روز تک ہمارے کارکن بیک وقت ایک جگہ رہ کر ایک مستحضر اور پاکیزہ اسلامی زندگی بسر کرنے کی مشق کریں۔ ضبط اوقات کا، نظم عمل کا، حسن رفاقت کا، اور اخوت و محبت کا سبق سیکھیں۔ ایک دوسرے کی خوبیاں اپنے اندر جذب کریں۔ اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے میں دوسروں سے مدد لیں۔ اور چند روز ہر طرح کی دینی شغلیات سے منقطع ہو کر خالص اللہ کے لئے اپنی فکر اور توجہ اور مصروفیت کو مرکوز رکھیں۔

ہماری دلی خواہش تھی کہ ایسی تربیت گاہیں کم از کم ہر ضلع میں قائم کی جائیں اور ہمہ وقت کام کرتی رہیں لیکن ابھی ہمارے پاس ایسے آدمیوں کی کمی ہے جو اس کام کو چلانے کے اہل ہوں، اور دوسرے ضروری

وسائل بھی کافی نہیں ہیں۔ اس لئے سب سے صرف لاہور، راولپنڈی، ملتان، اور کراچی میں تھوڑی تھوڑی مدت کے لئے اس کا انتظام کیا گیا ہے۔ تاہم مجھے توقع ہے کہ اس تھوڑے سے انتظام کا بھی آپ کو بہت کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے انشاء اللہ اس کو رس سے گزر کر آپ خود محسوس کریں گے کہ یہ ایک بڑا مفید پروگرام ہے جو جماعت نے شروع کیا ہے۔ میں تمام رفتار سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

اپنے گھروں کی طرف توجہ کیجئے | اس کے بعد میں آپ سب حضرات کو یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اپنی اولاد کی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح پر خاص توجہ دیں۔ **قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا**۔ جس اولاد کے لئے اور جن بیویوں کے لئے آپ کو کھانے پینے اور پہنے کی فکر ہوتی ہے، ان کے لئے آپ کو سب سے بڑھ کر فکر اس بات کی ہونی چاہیے کہ وہ جہنم کا ایندھن نہ بننے پائیں۔ آپ کو اپنی حد تک ان کی عاقبت سنوارنے اور انہیں جنت کے راستے پر ڈالنے ہی کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر اگر خدا نخواستہ ان میں سے کوئی خود بگڑے تو آپ بری الذمہ ہیں۔ بہر حال اس کی عاقبت خراب ہونے میں آپ کا کوئی حصہ نہ ہو۔ بسا اوقات میرے پاس اس طرح کی شکایتیں آتی رہتی ہیں کہ رفتار جماعت اصلاح خلق کی عبتی فکر کرتے ہیں، اصلاح اہل و عیال اور اصلاح خاندان کی نہیں کرتے۔ ممکن ہے کہ بعض لوگوں کے معاملے میں یہ شکایات درست ہوں اور بعض کے معاملے میں مبنی بر مبالغہ۔ فرداً فرداً ایک ایک شخص کے حال کی تحقیق میرے لئے مشکل ہے۔ اس لئے میں یہاں اس بارے میں ایک عام نصیحت پر اکتفا کرتا ہوں۔ ہم سب کی یہ تمنا ہونی چاہیے اور تمنا کے ساتھ کوشش بھی کہ دنیا میں جو ہمیں پیار سے ہیں انہیں سلامتی کی راہ پر دیکھ کر ہمارے ہی ہاتھیں ٹھنڈی ہوں۔ **مَنْ بَنَاهُ لِنَاثٍ أَذْوَاجُنَا وَذُرِّيَّاتُنَا مَرَّةً أَعْيُنٌ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا**۔ اس معاملے میں رفتار کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی زندگی میں دلچسپی لیں اور نہ صرف اپنی اولاد کو بلکہ اپنے رفتار کی اولاد کو بھی سنوارنے میں حصہ لیں۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک بچہ اپنے باپ کا اثر قبول نہیں کرتا مگر اپنے باپ کے دوستوں کا اثر قبول کر لیتا ہے۔

آپس کی اصلاح اور اس کا طریقہ | میں آپ کو یہ نصیحت بھی کرتا ہوں کہ آپ اپنی اصلاح کے ساتھ آپس میں بھی ایک دوسرے کی اصلاح کریں۔ جو لوگ خدا کی خاطر کلمہ حق کی سر بلندی کے لئے ایک جماعت

بنیں انہیں ایک دوسرے کا ہمدرد و مددگار اور غمخوار ہونا چاہیے۔ انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنے مقصدِ عظیم میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ ان کی جماعت بحیثیت مجموعی اخلاق اور نظم کے لحاظ سے مضبوط نہ ہو۔ اور اس احساس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ سب ایک دوسرے کی تربیت میں مددگار بنیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو سہارا دے کر خدا کی راہ میں آگے بڑھانے کی کوشش کرے۔ اسلام میں اجتماعی تزکیے کا طریقہ یہی ہے۔ میں گرتا نظر آؤں تو آپ دوڑ کر مجھے سنبھالیں اور آپ لغزش کھا رہے ہوں تو میں بڑھ کر آپ کا ہاتھ تھام لوں۔ میرے دامن پر کوئی دھبہ نظر آئے تو آپ اسے صاف کریں، اور آپ کا دامن آلودہ ہو رہا ہو تو میں اسے پاک کروں۔ جس چیز میں میری فلاح و بہتری آپ کو محسوس ہو اسے آپ مجھ تک پہنچائیں اور جس چیز میں آپ کی دنیا و ماقبت کی درستی مجھے محسوس ہو اسے میں آپ تک پہنچاؤں۔ مادی دنیا میں جب لوگ ایک دوسرے سے لین دین کرتے ہیں تو مجموعی طور پر سب کی خوشحالی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اخلاق و روحانیت کی دنیا میں بھی جب یہ امداد باہمی اور داد و ستد کا طریقہ چل پڑتا ہے تو پوری جماعت کا سرمایہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔

باہمی اصلاح کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کی کوئی بات آپ کو کھٹکے، یا جس سے کوئی شکایت آپ کو ہو، اس کے معاملہ میں آپ جلدی نہ کریں، بلکہ پہلے اسے اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ پھر اولین فرصت میں خود اس شخص سے مل کر تخلیہ میں اس سے بات کریں۔ اس پر اگر اصلاح نہ ہو اور معاملہ آپ کی نگاہ میں کچھ اہمیت رکھتا ہو تو اسے اپنے علاقے کے امیر جماعت کے نوٹس میں لائیں۔ وہ پہلے خود اصلاح کی کوشش کرے، اور پھر ضرورت ہو تو جماعت کے اجتماع میں اسے پیش کرے۔ اس پوری مدت میں اس معاملہ کا ذکر غیر متعلق لوگوں سے کرنا، اور شخص متعلق کی غیر موجودگی میں اس کا چرچا کرنا، صریحاً غیبت ہے جس سے قطعی اجتناب کرنا چاہیے۔ نیز ایسے معاملات میں مرکز کی طرف رجوع کرنا اس وقت تک صحیح نہیں ہے جب تک مقامی جماعت اصلاح کی سعی میں ناکام ہو کر مرکز سے مدد لینے کی ضرورت محسوس نہ کرے۔

اجتماعی تنقید کا صحیح طریقہ [اپس میں ایک دوسرے کی غلطیوں اور کمزوریوں پر تنقید بھی اجتماعی اصلاح کا ایک مفید طریقہ ہے، مگر تنقید کے صحیح حدود اور آداب ملحوظ رکھنے سے یہ سخت نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے۔

اس لئے میں وضاحت کے ساتھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس کے حدود اور آداب کیا ہیں۔

(۱) تنقید ہر وقت ہر محبت میں نہ ہو، بلکہ صرف خصوصی اجتماع میں امیر جماعت کی تحریک پر، یا اس کی اجازت سے ہو۔

(۲) تنقید کرنے والا اللہ کو شاید سمجھ کر پہلے خود اپنے دل کا جائزہ لے لے کہ وہ اخلاص اور خیر خواہی کے جذبے سے تنقید کر رہا ہے یا اس کا محرک کوئی نفسانی جذبہ ہے۔ اگر پہلی صورت ہو تو بیشک تنقید کی جائے، ورنہ زبان بند کر کے خود اپنے نفس کو اس ناپاکی سے بچانے کی فکر کرنی چاہیے۔

(۳) تنقید کا لہجہ اور زبان، دونوں ایسے ہونے چاہئیں جن سے ہر سننے والے کو محسوس ہو کہ آپ فی الواقع اصلاح چاہتے ہیں۔

(۴) تنقید کے لئے زبان کھولنے سے پہلے یہ اطمینان کر لیجئے کہ آپ کے اعتراض کی کوئی بنیاد واقعہ میں موجود ہے۔ بلا تحقیق کسی کے خلاف کچھ کہنا ایک گناہ ہے جس سے فساد رونما ہوتا ہے۔

(۵) جس شخص پر تنقید کی جائے اسے تحمل کے ساتھ بات سننی چاہیے، انصاف کے ساتھ اس پر غور کرنا چاہیے، جو بات حق ہو اسے سیدھی طرح مان لینا چاہیے، اور جو بات غلط ہو اس کی بدلائل ترمیم کر دینی چاہیے۔ تنقید سن کر طیش میں آجانا کبر اور غرور نفس کی علامت ہے۔

(۶) تنقید اور جواب تنقید اور جواب الجواب کا سلسلہ بلا نہایت نہیں چلنا چاہیے کہ وہ ایک مستقل رد و کد بن کر رہ جائے۔ بات صرف اُس وقت تک ہونی چاہیے جب تک دونوں طرف کے مختلف پہلو وضاحت کے ساتھ سامنے نہ آجائیں۔ اس کے بعد اگر معاملہ صاف نہ ہو تو گفتگو ملتوی کر دیجئے، تاکہ فریقین ٹھنڈے دل سے اپنی اپنی جگہ غور کر سکیں۔ پھر اگر فی الواقع اسے صاف کرنا ضروری ہی ہو تو دوسرے اجتماع میں اس کو پھر چھیڑا جاسکتا ہے۔ مگر ہر حال آپ کے جماعتی نظم میں کوئی نہ کوئی جگہ ایسی ہونی چاہیے جہاں اختلافی معاملات کا آخری فیصلہ ہو اور جہاں سے فیصلہ ہو جانے کے بعد نزاع ختم ہو جائے۔

ان حدود کو ملحوظ رکھ کر جو تنقید کی جائے وہ نہ صرف یہ کہ مفید ہے، بلکہ جماعتی زندگی کو درست رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی جماعت زیادہ دیر تک صحیح راستے پر گامزن نہیں رہ سکتی۔

اس تنقید سے کسی کو بھی بالاتر نہ ہونا چاہیے، خواہ وہ آپ کا امیر ہو، یا مجلس شوریٰ ہو، یا پوری جماعت ہو۔
 میں اس کو جماعت کی محنت برقرار رکھنے کے لئے ناگزیر سمجھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جس روز خدا نخواستہ
 ہماری جماعت میں اس کا دروازہ بند ہوا، اسی روز ہمارے بگاڑ کا دروازہ کھل جائے گا۔ یہی وجہ ہے
 کہ میں ابتدا سے ہر اجتماع عام کے بعد اور کان جماعت کا ایک اجتماع خاص اس غرض کے لئے منعقد کرتا
 رہا ہوں کہ اس میں جماعت کے کام اور نظام کا پورا تنقیدی جائزہ لیا جائے۔ ایسے اجتماعات میں سب
 سے پہلے میں خود اپنے آپ کو تنقید کے لئے پیش کرتا ہوں، تاکہ جس کو مجھ پر یا میرے کام پر کوئی اعتراض ہو
 وہ اسے رب کے سامنے بے تکلف پیش کرے اور اس کی تنقید سے یا تو میری اصلاح ہو جائے، یا میرے
 جواب سے اس کی اور اس کی طرح سوچنے والے دوستوں کی غلط فہمی رفع ہو جائے۔ چنانچہ اس طرح
 کا ایک اجتماع کل رات ہی کو منعقد ہو چکا ہے جس میں کھلی اور آزادانہ تنقید کا منظر سب رفقا دیکھ چکے ہیں
 — مجھے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ یہ منظر ہمارے بعض نئے رفقا کے لئے، جنہیں ایسے مناظر
 دیکھنے کا پہلی ہی مرتبہ اتفاق ہوا تھا، سخت صدمے کا موجب ہوا۔ نہ معلوم انہوں نے کس نگاہ سے اس
 کو دیکھا کہ انہیں صدمہ ہوا۔ بصیرت کی نگاہ سے دیکھتے تو ان کے دل میں جماعت کی وقعت پہلے سے
 زیادہ بڑھ جاتی۔ آخر اس سرزمین پر جماعت اسلامی کے سوا اور کون سی جماعت ایسی ہے جس میں تین
 چار سو آدمیوں کے مجمع میں کئی گھنٹے تک ایسی کھلی اور آزادانہ تنقیدیں ہوں اور پھر نہ کڑیاں اچھلیں نہ
 سر پھوٹیں، بلکہ اجتماع کے خاتمے پر کسی کے دل میں کسی کی طرف سے غبار تک نہ ہو؟

سمع و طاعت اور نظم جماعت کی پابندی | ایک چیز جس کا احساس آپ کو دلانے کی ضرورت مجھے محسوس
 ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ابھی آپ کے اندر سمع و طاعت اور نظم کی بہت کمی ہے۔ اگرچہ اپنے ماحول کو دیکھتے
 ہوئے ہمیں اپنے اندر بڑا ڈمپلن نظر آتا ہے۔ لیکن ایک طرف جب ہم اسلام کے معیار مطلوب کو دیکھتے
 ہیں اور دوسری طرف اس کمٹن کام کو دیکھتے ہیں جو ہمیں کرنا ہے، تو سچی بات یہ ہے کہ ہمارا یہ موجودہ ڈمپلن
 بہت ہی حقیر محسوس ہوتا ہے۔

آپ چند مٹھی بھر آدمی ہیں جو تھوڑے سے وسائل لے کر میدان میں آئے ہیں۔ اور کام آپ کے سامنے

یہ ہے کہ فسق اور جاہلیت کی ہزاروں گنتی زیادہ طاقت، اور لاکھوں گنتی زیادہ وسائل کے مقابلے میں نہ صرف ظاہری نظام زندگی کو، بلکہ اس کی باطنی روح تک کو بدل ڈالیں۔ آپ خواہ تعداد کے لحاظ سے کیجئے یس یا وسائل کے لحاظ سے، آپ کے اور ان کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اب آخر اخلاق اور نظم کی طاقت کے سوا اور کون سی طاقت آپ کے پاس ایسی ہو سکتی ہے جس سے آپ ان کے مقابلے میں اپنی جیت کی امید کر سکیں؟ آپ کی امانت و دیانت کا سکہ اپنے ماحول پر بیٹھا ہوا ہو، اور آپ کا نظم اتنا زبردست ہو کہ جماعت کے ذمہ دار لوگ جس وقت جس نقطے پر جتنی طاقت جمع کرنا چاہیں ایک اشارے پر جمع کر سکیں، تب ہی آپ اپنے مقصد عظیم میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے اقامت دین کی سعی کرنے والی ایک جماعت میں جماعت کے اولی الامر کی اطاعت فی المعروف وراصل اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا ایک جز ہے۔ جو شخص اللہ کا کام سمجھ کر یہ کام کر رہا ہے، اور اللہ ہی کے کام کی خاطر جس نے کسی کو اپنا امیر مانا ہے، وہ اس کے جائز احکام کی اطاعت کر کے وراصل اس کی نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ جس قدر اللہ سے اور اس کے دین سے آدمی کا تعلق زیادہ ہوگا، اتنا ہی وہ سمع و طاعت میں بڑھا ہوا ہوگا، اور جتنی اس تعلق میں کمی ہوگی اتنی ہی سمع و طاعت میں بھی کمی ہوگی۔ اس سے بڑی قابل قدر قربانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس شخص کا آپ پر کوئی زور نہیں ہے، اور جسے محض خدا کے کام کے لئے آپ نے امیر مانا ہے، اس کا حکم آپ ایک فادار ماتحت کی طرح مانیں اور اپنی خواہش اور پسند اور مفاد کے خلاف اس کے ناگوار احکام تک کی بسر و چشم تعمیل کرتے چلے جائیں۔ یہ قربانی چونکہ اللہ کے لئے ہے اس لئے اس کا اجر بھی اللہ کے ہاں بہت بڑا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص اس کام میں شریک ہونے کے بعد بھی کسی حال میں چھوٹا بننے پر راضی نہ ہو، اور اطاعت کو اپنے مرتبے سے گری ہوئی چیز سمجھے، یا حکم کی چوٹ اپنے نفس کی گہرائیوں میں محسوس کرے اور تلخی کے ساتھ اس پر تملہائے، یا اپنی خواہش اور مفاد کے خلاف احکام کو ماننے میں ہچکچائے، وہ واصل اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ ابھی اس کے نفس نے اللہ کے آگے پوری طرح سر اطاعت خم نہیں کیا ہے اور ابھی اس کی انانیت اپنے دعووں سے درست بردار نہیں ہوئی ہے۔

امرائے جماعت کو نصیحت | ارکان جماعت کو اطاعت حکم کی نصیحت کرنے کے ساتھ میں امرائے جماعت کو بھی یہ نصیحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ حکم چلانے کا صحیح طریقہ سیکھیں۔ جس شخص کو بھی نظم جماعت کے اندر کسی ذمہ داری کا منصب سونپا جائے اور کچھ لوگ اُس کے تحت امر دیے جائیں، اس کے لئے یہ ہرگز حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو کوئی بڑی چیز سمجھنے لگے اور اپنے تابع رفعا پر بیجا حکم جتانے لگے۔ اسے حکم چلانے میں کبریائی کی لذت نہ لینی چاہیے۔ اسے اپنے رفعا سے نرمی اور ملاحظت کے ساتھ کام لینا چاہیے۔ اسے اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں کسی کارکن میں عدم اطاعت اور خود سری کا جذبہ ابھار دینے کی ذمہ داری خود اُس کے اپنے کسی غلط طریق کار پر عائد نہ ہو جائے۔ اسے جوان اور بوڑھے، کمزور اور طاقتور، خوش حال اور خستہ حال، سب کو ایک ہی لکڑی نہ ٹانگنا چاہیے، بلکہ جماعت کے مختلف افراد کی مخصوص انفرادی حالتوں پر نگاہ رکھنی چاہیے اور جو جس لحاظ سے بھی بجا طور پر رعایت کا مستحق ہو اس کو ایسی ہی رعایت دینی چاہیے۔ اسے جماعت کو ایسے طریقے پر تربیت دینی چاہیے کہ امیر جو کچھ مشورے اور اپیل کے انداز میں کہے، رفعا اس کو حکم کے انداز میں لیں اور اس کی تعمیل کریں۔ یہ دراصل جماعتی شعور کی کمی کا نتیجہ ہے کہ امیر کی اپیل اثر انداز نہ ہو اور وہ مجبور ہو کر ”حکم“ دینے کی ضرورت محسوس کرے۔ ”حکم تو خواہ“ فوج کے سپاہیوں کو دیا جاتا ہے۔ وہ رضا کار سپاہی جو اپنے دل کے جذبے سے اپنے خدا کی خاطر اکٹھے ہوئے ہوں، خدا کے کام میں خود اپنے بنائے ہوئے امیر کی اطاعت کے لئے حکم کے محتاج نہیں ہوا کرتے۔ ان کو تو صرف یہ اشارہ مل جانا کافی ہے کہ فلاں جگہ تم کو اپنے رب کی فلاں خدمت بجالانے کا موقع مل رہا ہے۔ یہ کیفیت جس روز امرائے جماعت اور رفعا جماعت میں پیدا ہو جائے گی، آپ دیکھیں گے کہ آپس کی وہ ہست سی بد مزگیاں آپ سے آپ ختم ہو جائیں گی جو اب وقتاً فوقتاً امیروں اور مامورین کے درمیان پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

آخری نصیحت | میری آخری نصیحت یہ ہے کہ وہ سب لوگ جو جماعت اسلامی کے ساتھ ہیں، خواہ ارکان ہوں یا متقی، اتفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ اپنے اندر ابھاریں، خدا کے کام کو اپنے ذاتی کاموں پر ترجیح دیں، اور اس کام میں دل کی وہ لگن پیدا کریں جو انہیں چین سے نہ بیٹھنے دے۔

آپ خود ہی مسلمان نہ بنیں بلکہ اپنی جیب کو بھی مسلمان بنائیں۔ یہ بات نہ بھولیے کہ خدا کے حقوق آپ کے جسم و جان اور وقت ہی پر نہیں ہیں، آپ کے مال پر بھی ہیں۔ اس حق کے لئے خدا اور رسول نے کم سے کم کی حد تو مقرر کر دی ہے، مگر زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔ یہ حد تجویز کرنا آپ کا اپنا کام ہے۔ اپنے ضمیر سے پوچھیے کہ کتنا کچھ خدا کی راہ میں صرف کر کے آپ یہ خیال کر۔ نے میں حق بجانب ہوں گے کہ جو کچھ آپ کے مال پر خدا کا حق تھا وہ آپ نے ادا کر دیا ہے۔ اس باب میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا حج نہیں بن سکتا۔ بہترین حج ہر شخص کا اپنا ضمیر و ایمان ہی ہے۔ البتہ میں انشاء ضرور کہوں گا کہ اُن لوگوں کے طرز عمل سے سبق حاصل کیجئے جو نہ خدا کے قائل ہیں، نہ آخرت کے، اور پھر بھی وہ اپنے باطل نظریات کو فروغ دینے کے لئے ایسی ایسی قربانیاں کرتے ہیں جنہیں دیکھ کر ہم خدا اور آخرت کے ماننے والوں کو شرم آتی چاہیے۔

اقامت دین کے کام میں رفقا کو جیسا انہماک ہونا چاہیے اس میں بھی ابھی مجھے بہت کمی محسوس ہوتی ہے۔ بعض رفیق تو بلاشبہ پوری سرگرمی سے کام کر رہے ہیں جسے دیکھ کر جوش ہو جاتا ہے اور دل سے ان کے حق میں دعا نکلتی ہے۔ مگر بیشتر حضرات میں ابھی تک دل کی لگن نظر نہیں آتی فسق و فجور کی گرم بازاری اور خدا کے دین کی بے بسی دیکھ کر ایک مومن کے قلب میں جو آگ لگنی چاہیے اس کی تلاش کم ہی لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ آپ کو اس پر کم سے کم اتنی بے چینی تو لاحق ہو جتنی اپنے بچے کو بیمار دیکھ کر، یا اپنے گھر میں آگ لگنے کا خطرہ محسوس کر کے لاحق ہوا کرتی ہے۔ یہ معاملہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے لئے سرگرمی اور انہماک کی حد تجویز کر سکتا ہو۔ اس کا فیصلہ تو ہر شخص کو اپنے ضمیر کا جائزہ لے کر خود ہی کرنا چاہیے کہ کتنا کچھ کام کر کے وہ یہ سمجھنے میں حق بجانب ہو سکتا ہے کہ حق پرستی کے تقاضے اس نے پورے کر دیے ہیں۔ البتہ آپ کی عبرت کے لئے اُن باطل پرستوں کی سرگرمیوں پر ایک نگاہ ڈال لینا کافی ہے جو دنیا میں کسی نہ کسی دینِ باطل کو فروغ دینے کے درپے ہیں اور اس کے لئے سر دھڑکی بازیاں لگا رہے ہیں۔

مخالفیتیں | اب میں مختصر طور پر کچھ اُن مخالف قوتوں کے باب میں بھی کہوں گا جو حال میں جماعت کے خلاف

بڑے پیمانے پر شروع ہوئی ہیں۔ جہاں تک مدلل اور معقول اختلاف کا تعلق ہے، جس کا مقصد سمجھنا اور سمجھانا ہو، اور جس کے پیچھے نیک نیتی کے ساتھ حق پسندی کام کر رہی ہو، ایسے اختلاف کو تو نہ ہم نے کبھی بُرا سمجھا ہے، نہ انشاء اللہ کبھی بُرا سمجھیں گے۔ جب ہم نے خود بار بار اس نوعیت کا اختلاف دوسروں سے کیا ہے تو آخر ہم دوسروں کے حق اختلاف کا اذکار کیسے کر سکتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے مخالفین میں سے بہت کم لوگوں نے اختلاف کا یہ طرز اختیار کیا ہے۔ ان کی عظیم اکثریت جس طریقے سے ہماری مخالفت کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہم پر جھوٹے الزام لگاتے ہیں۔ ہماری طرف غلط باتیں منسوب کرتے ہیں۔ ہماری تحریروں کو توڑ مروڑ کر ان کو اپنے من مانے معنی پہناتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ وہ ہماری یا خلق کی اصلاح کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ ہمارے خلاف عوام الناس کو بدگمان کریں اور ایک اسلامی نظام برپا کرنے کی جدوجہد ہم کر رہے ہیں اسے کسی طرح نہ چلنے دیں۔

جھوٹ کا یہ طوفان اٹھانے میں مختلف گروہ شریک ہیں۔ ایک طرف برسرِ اقتدار پارٹی کے لیڈر اور اخبار نویس ہیں جنہیں پاکستان میں اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک ناگوار ہے۔ دوسری طرف مغربی فسق و انحاد اور اباحت کے علمبردار ہیں جنہیں اپنی فکری و عملی آزادیوں پر اسلامی عقائد و اخلاق کی پابندی ناگوار ہیں۔ تیسری طرف مختلف گمراہ فرقے ہیں جنہیں سخت اندیشہ ہے کہ اگر یہاں فی الواقع ایک اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو ان کے لئے اپنی ضلالتیں پھیلانے کا موقع باقی نہ رہے گا۔ چوتھی طرف اشتراکی حضرات ہیں جو خوب جانتے ہیں کہ ان کے راستے میں اگر کوئی سب سے بڑی رکاوٹ ہے تو جماعت اسلامی ہے۔ ان سب کی مخالفت تو ایک حد تک فطری چیز تھی۔ نہ ہوتی تو مقامِ تعجب تھا۔ اور پجائی کو جھوٹ سے دبانے کی کوشش کرنا ان کے لئے کوئی معیوب بات بھی نہیں تھی۔ ان سے تو یہ اخلاق عین متوقع تھے۔ مگر جس چیز کا ہماری پوری جماعت کو صدمہ ہے وہ یہ ہے کہ ان مخالفین میں کچھ علمائے دیوبند اور اہل حدیث بھی نظر آ رہے ہیں، اور غضب یہ ہے کہ جھوٹ اور فتنہ پردازی کے ہتھیار استعمال کرنے میں ان حضرات نے اپنے گمراہ رفیقوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ یہ آخری چوٹ فی الواقع ہمارے لئے سخت اذیت بخش ہے، نہ اس لئے کہ ہمیں کچھ ان حضرات کی طاقت سے اندیشہ ہے، بلکہ صرف اس لئے کہ ہم ان حضرات کو

ویدار اور خدا ترس سمجھتے تھے اور انہیں اس روپ میں دیکھنے کی ہرگز توقع نہ رکھتے تھے۔ ہماری تو یہ تمنائیں تھیں کہ یہ اسلامی انقلاب لانے کی کوشش میں آگے آگے ہوتے اور ہم ان کی رکاب تمام کر چلتے۔ مگر افسوس کہ انہوں نے اُن صفوں کو پسند کیا جن میں کمیونسٹ اور منکین حدیث، اور قادیانی، اور مغربی فسق و فجور کے علمبرداران کے شانہ بشانہ ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ کاش یہ کچھ دیر کے لئے ٹھیکر سوچ لیتے کہ اذکے گستی دبا کہ پیوستی!

بہر حال، اب جب کہ ان مختلف اطراف سے ہماری مخالفت اس رنگ میں ہو رہی ہے، میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے رفتار کو اس باب میں بھی کچھ ہدایت دے دوں۔

اس سلسلہ میں میری اولین ہدایت یہ ہے کہ آپ کسی حال میں مشتعل نہ ہوں۔ اپنی زبان اور مزاج پر قابو رکھیں۔ اور جب کبھی اشتغال کی کیفیت ابھرتی محسوس ہوئے نزع شیطانی سمجھ کر اللہ کی پناہ مانگیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کام کو خراب کرنے کے لئے شیطان ہی یہ چال چل رہا ہے۔ وہ ایک طرف ہمارے مخالفین کو جا جا کر اکساتا ہے اور ان سے بے جا حملے کروانا ہے۔ اور دوسری طرف ہمیں اُکسانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ ہم جواب اور جواب الجواب میں الجھ کر رہ جائیں اور کسی طرح یہ کام نہ کرنے پائیں جو اسے سخت ناگوار ہے۔ ہمیں اس کی اس چال میں نہ آنا چاہیے۔

دوسری ہدایت یہ ہے کہ بعض علماء سے اور ان کے شاگردوں اور معتقدوں سے خواہ آپ کو کتنا ہی رنج پہنچے، آپ اسے بس رنج و افسوس تک محدود رکھیں، اور نفرت تک ہرگز نہ پہنچنے دیں۔ نیز وہ غلطی نہ کریں جو اس سے پہلے لوگ کرتے رہے ہیں کہ انہوں نے بعض علماء کی زیادتیوں پر بگڑ کر تمام علماء کو مطعون کرنا شروع کر دیا، اور پھر اس حد پر بھی نہ رُکے اور خود علم دین ہی کو ہدف طعن بنا ڈالا۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ علماء کی اکثریت خدا کے فضل سے حق پسند اور حق پرست ہے اور ان میں سے بہترین رفیق آپ کو ملے ہیں اور ملتے چلے جا رہے ہیں۔

تیسری ہدایت یہ ہے کہ آپ مدافعت کا کام نبھ پر چھوڑ دیں اور خود اپنے کام میں لگے رہیں۔ جس حد تک ضرورت سمجھوں گا مدافعت کا کام خود کر دیں گا یا جماعت کے ذمہ دار لوگوں سے لوں گا۔

آپ کا کام میں یہ ہے کہ جب کوئی جھوٹا الزام آپ کے سامنے لایا جائے تو آپ جماعت کے لٹریچر میں سے اس کا جواب نکال کر پیش کر دیں۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی بحث میں الجھے تو اس کو سلام کیجئے اور الگ ہو جائیے۔ جسے راستہ چلنا ہو اس کے لئے بہترین حکمت یہ ہے کہ اگر راستے میں کسی کانٹے سے اس کا دامن الجھ جائے تو ایک لمحہ ٹھیکر دامن چھڑانے کی کوشش کرے، اور جب وہ چھوٹا نظر نہ آئے تو راستہ کھوٹا کرنے کے بجائے دامن کا وہ حصہ پھاڑ کر کانٹے کے حوالہ کرے اور آگے روانہ ہو جائے۔ چوتھی ہدایت یہ ہے کہ سخت سے سخت ہیودہ مخالفت کے جواب میں بھی آپ حدود اللہ سے کبھی تجاوز نہ کریں۔ ہر لفظ جو آپ کی زبان یا قلم سے نکلے اس پر خوب سوچ لیں کہ وہ خلاف حق تو نہیں ہے، اور آپ اس کا حساب خدا کے ہاں دے سکیں گے؟ آپ کے مخالفین خدا سے ڈریں چاہے نہ ڈریں۔ آپ کو بہر حال اس سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

پانچویں ہدایت یہ ہے کہ اس مخالفت نے آپ کی تحریک کے لئے بڑھنے اور ابھرنے کا جو ایک غیر معمولی موقع فراہم کر دیا ہے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیے۔ یہ اللہ نے آپ کے رفیع ذکر کا سامان کیا ہے۔ اس سے گھبرائیے نہیں بلکہ اس سے کام لیجئے۔ عرب میں اسی نوعیت کے پروپیگنڈے کا طوفان جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اٹھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوشخبری دی تھی کہ تَرَفُّعًا ذَکَرْتُ۔ ہمیں تو شکر گزار ہونا چاہیے کہ ایک طرف حکومت سرکلر پر سرکلر بھیج کر سرکاری ملازمین سے ہمارا تعارف، اور بڑا وزنی تعارف کر رہی ہے۔ دوسری طرف تمام گمراہ گروہ اپنے اپنے حلقوں میں ہم کو روشناس کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور تیسری طرف علماء کرام اپنے فتوؤں کے ذریعہ سے مذہبی ذہنیت رکھنے والی آبادی کے گوشے گوشے میں ہمارا پھر چاکر رہے ہیں۔ اتنے بڑے پیمانے پر اپنا اشتہار تو ہم بیس سال میں بھی اپنے ذرائع سے نہ کر سکتے تھے۔ اب ہمارا کام صرف اتنا رہ گیا ہے کہ جہاں جہاں ہمارا بُرا تعارف کرایا گیا ہے وہاں ہم اپنا اچھا تعارف کرا دیں۔ اس کا انشاء اللہ دوبہر فائدہ ہوگا۔ جس جس پر اس جھوٹے پروپیگنڈے کی حقیقت کھل جائے گی وہ صرف جماعت اسلامی کا گرویدہ ہی نہ ہو جائے گا بلکہ ساتھ ساتھ اس کے دل سے اُن لوگوں کی وقعت بھی نکل جائے گی جن کے جھوٹ اور

جن کی حق دشمنی کا صریح ثبوت وہ آنکھوں دیکھ لے گا۔ شیطان کے کید کو اسی لئے اللہ نے ضعیف فرمایا، کہ وہ اپنے اولیاء کو ایسے ہتھیار فراہم کرے کہ وہ عارضی طور پر تو بڑے کارگر ثابت ہوتے ہیں، مگر بالآخر خود اسی شخص کی شررگ کاٹ دیتے ہیں جو انہیں استعمال کرتا ہے۔

آخری ہدایت خاص طور پر جماعت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو علماء کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا کام یہ ہے کہ ان میں سے ہر گروہ کے لوگ اپنے اپنے گروہ کے علماء کو سمجھائیں۔ وہ فرداً فرداً اور اجتماعاً ان سے ملیں بھی اور ان کو خطوط بھی لکھیں۔ وہ ان سے کہیں کہ اسے حضرات! آپ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کے عواقب پر بھی آپ نے غور کر لیا ہے؟ اس سے پہلے مختلف مرحلوں پر آپ کے اور نئی تعلیمات نسلوں کے درمیان جو آویزشیں ہو چکی ہیں ان کی بدولت آپ کا وقار ہیمن گرتا چلا گیا ہے، اور اس سے آپ ہی کے وقار کو نہیں، خود دین کے وقار کو بھی بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے۔ اب جماعت اسلامی نے ان میں سے بہترین عناصر کو چون چون کر دین کی طرف لانا شروع کیا تھا اور دینی رغبت کی وجہ سے یہ لوگ آپ کے قریب تر ہونے لگے تھے تو آپ نے اس کے خلاف یہ لڑائی چھیڑ دی۔ اور چھیڑی بھی تو ایسے بھونڈے طریقے سے کہ نئے تعلیم یافتہ لوگ تو درکنار، آپ کے اپنے شاگردوں تک دلوں میں آپ کی عقیدت باقی رہنی مشکل ہو گئی۔ ان حرکتوں سے آخر آپ کس فائدے کے متوقع ہیں؟ آپ خود جانتے ہیں کہ پاکستان میں ایک اسلامی نظام حکومت قائم کر دینا اور اسے چلا لے جانا بہر حال آپ کے بس کا کام نہیں ہے۔ یہ کام اگر کر سکتے ہیں تو آپ نہیں بلکہ نئے تعلیم یافتہ لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ اور نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں وہ طبقہ جو اسلام کے منشا کے مطابق اپنے دین اور اخلاق اور سیرت کو ڈھال رہا ہے وہ وہی ہے جو جماعت اسلامی کی طرف کھچ رہا ہے۔ اس کے سوا آپ اس گروہ میں کسی دوسرے فعال اور طاقت ور دینی رجحان رکھنے والے طبقے کی نشان دہی نہیں کر سکتے، اور آپ خود اس لائق بھی نہیں ہیں کہ ان لوگوں میں اپنی کوششوں سے کوئی ایسا طبقہ پیدا کر سکیں۔ اب اگر آپ اس جماعت کی مزاحمت کرتے ہیں تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ آپ پاکستان میں ہر فاسق، فاجر، اور گمراہ گروہ کی قیادت کو برداشت کر سکتے ہیں، مگر نہیں برداشت کر سکتے تو کسی دیندار گروہ کی قیادت کو۔ کیا فی الواقع آپ نے ہی پوزیشن اختیار

کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟ اور خدا کے ہاں اس کی جواب دہی جو کرنی ہوگی اس کا انجام بھی سوچ لیا ہے؟ اگر بالفرض آپ کو جماعت سے بعض مسائل میں اختلاف تھا تو کیا اس اختلاف کو چھیڑنے کا مہذول ترین وقت یہی تھا؟ اور کیا اس اختلاف کو گفت و شنید یا علمی بحث و تنقید سے رفع کرنے کی کوشش نہ کی جاسکتی تھی؟ کیا وہ مسائل ایسے ہی اہم تھے کہ ان پر جماعت کے خلاف فتوے لگانے اور اشتہار چھاپنے اور پمفلٹ نکالنے کے سوا چارہ نہ تھا؟ پھر اگر یہ سب کچھ ضروری تھا اور آپ محض حمایت دین ہی کے جذبے سے یہ کار خیر کرنے اٹھے تھے، تو کیا واقعی کوئی شخص حمایت دین کی خاطر، للہ و فی اللہ، دوسرے کی عبادتیں منہ پر بھی کیا کرتا ہے؟ اور جو کچھ اس نے نہیں کہا وہ اپنی طرف سے گھر ڈر اس کی طرف منسوب بھی کر دیتا ہے؟ اور اس کی اپنی تحریروں سے الزامات کی غلطی ثابت ہو جانے کے بعد بھی اپنے الزام پر اصرار کیا کرتا ہے؟ — یہ باتیں ہیں جو ہماری جماعت کے دیوبندی اور مظاہری اور اہل حدیث رفتار کو اپنے اپنے گروہ کے بزرگوں سے صاف صاف کہنی چاہئیں۔ خصوصاً میں اپنے دیوبندی اور مظاہری بھائیوں سے کہو ڈکا کہ دیوبند و مظاہر العلوم کے بزرگوں نے اس بھروسے پر جماعت کے خلاف یہ ہم شروع کی ہے کہ ہمارے دارالعلوموں سے نکلے ہوئے لوگ ہندوستان و پاکستان میں ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں، جب ہم اپنے دستخطوں سے فتوے اور اشتہار شائع کریں گے تو تمام مظاہری و دیوبندی انگلیں بند کر کے خالص استاد پرستی اور گروہی عصبيت کی بنا پر ہر طرف سے ہماری آواز میں آواز ملائی شروع کر دیں گے۔ اب یہ آپ لوگوں کا کام ہے کہ ان کی یہ غلط فہمی دور کریں اور انہیں بتا دیں کہ دیوبند و مظاہر العلوم سے ہم نے قرآن و حدیث کا فیض تو ضرور حاصل کیا ہے، مگر ایمان نکلنا نہیں سیکھا۔ آخر اس تعلیم قرآن و حدیث کا حاصل کیا جس سے آدمی حق پرستی کے بجائے استاد پرستی اور پیر پرستی سیکھے، اور اسلامی حمیت کے بجائے گروہی عصبيت کا سبق لے!

دعوت کا مختصر کورس | اس کے بعد میں ترمیم و دعوت کے سلسلے میں آپ لوگوں کو کچھ مشورے دینگا۔ اب ہماری دعوت کا ایک جامع اور مختصر کورس نکل آیا ہے جس سے آپ کام لے سکتے ہیں۔ اب تک تو جماعت کے کارکنوں کو یہ پریشانی پیش آتی تھی کہ ہمارا لٹریچر بہت پھیلا ہوا ہے اور سب لوگوں

کو سارا لٹریچر پڑھا دینا مشکل ہے۔ ان کے لئے یہ فیصلہ کرنا بھی دشوار تھا کہ لٹریچر میں سے کیا کچھ پڑھ لینے کے بعد ایک آدمی اس قابل ہو سکتا ہے کہ اسے جماعت میں لیا جاسکے۔ مگر اب یہ دشواری ہماری چند مطبوعات کے نکلنے سے رفع ہو گئی ہے۔ آپ جن لوگوں سے بھی جماعت کا تعارف کرائیں ان کو پہلے یہ چیزیں پڑھنے کے لئے دیں :

۱۔ جماعت اسلامی، اس کی دعوت، تاریخ اور لائحہ عمل

۲۔ دعوت اسلامی اور اس کے مطالبات

۳۔ جماعت اسلامی کی دعوت

۴۔ میری یہ دونوں تقریریں جو میں نے ابھی کراچی کے اس اجتماع کا افتتاح اور اختتام کرتے ہوئے کی ہیں اور جو عنقریب تحریری صورت میں مرتب کر کے شائع کر دی جائیں گی۔ جب کوئی شخص یہ چیزیں پڑھ لے تو اس کے سامنے جماعت کا دستور پیش کر دیں۔ اور یہ اس کی مرضی پر چھوڑ دیں کہ چاہے تو رکنیت کی درخواست کرے، یا متعین میں شامل ہو جائے۔ مگر جماعت کے ساتھ وابستہ ہو جانے کے بعد اسے پورا لٹریچر پڑھنے کا مشورہ ضرور دیکجئے۔ اس کے بغیر اس کی ذہنیت اور سیرت ابھی طرح تیار نہ ہو سکے گی، اور زندگی کے مختلف مسائل و معاملات میں اسلامی نقطہ نظر کو وہ ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے قابل نہ ہو سکے گا۔ البتہ پودے لٹریچر کا مطالعہ جماعت میں داخل ہونے سے پہلے کر لینا ضروری نہیں ہے۔

خواتین کے لیے ہدایات | اب تک جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا بیشتر حصہ مردوں اور عورتوں کے لیے مشترک تھا۔ اب میں خاص طور پر کچھ باتیں ان خواتین سے عرض کروں گا جو جماعت کے ساتھ وابستہ ہیں یا اس سے دلچسپی رکھتی ہیں۔

۵۔ یہ دونوں تقریریں شائع ہو چکی ہیں امدان کے نام یہ ہیں : ہمارے داخلی اور خارجی مسائل - اور مسلمانوں کا ماضی و حال، اور مستقبل کا لائحہ عمل -

اولین ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ اپنے دین سے زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کریں۔ نہ صرف قرآن سمجھ کر پڑھیں بلکہ کچھ نہ کچھ حدیث اور فقہ کا مطالعہ بھی کریں۔ نہ صرف دین کی بنیادی باتوں اور ایمان کے تقاضوں کو جانیں بلکہ یہ بھی معلوم کریں کہ آپ کی ذاتی زندگی، گھر کی زندگی، خاندان کی زندگی اور عام معاشرتی زندگی کے بارے میں دین کے احکام کیا ہیں۔ احکام دینی سے عورتوں کی عام ناواقفیت ان اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے جن کی بدولت مسلمان گھروں میں غیر شرعی طریقے رائج ہوئے ہیں۔ بلکہ جاہلیت کی رسوم تک نے راہ پالی ہے۔ آپ کو سب سے پہلے خود اپنی اس خامی کو رفع کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ جماعت کی طرف سے بھی انشاء اللہ اس امر کی پوری کوشش کی جائے گی کہ مستقل زنانہ تربیت گاہیں قائم کی جائیں۔ مگر ابھی اس کا انتظام کرنے میں کچھ مشکلات حائل ہیں۔ سرت یہ طے کیا گیا ہے کہ جہاں جہاں ممکن ہو، مردانہ تربیت گاہوں کے ساتھ ایسا باپردہ انتظام کیا جائے جس سے خواتین بھی تربیت کے کورس میں شریک ہو جائیں۔ جہاں اس کا موقع ملے، آپ اس سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ دوسرا کام یہ ہے کہ آپ کو دین کا جو علم حاصل ہو اس کے مطابق آپ اپنی عملی زندگی کو، اپنے اخلاق اور سیرت کو، اور اپنے گھر کی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کریں۔ ایک مسلمان عورت میں کیرکٹر کی یہ مضبوطی ہونی چاہیے کہ وہ جس چیز کو حق سمجھے اس پر سارے گھر اور سارے خاندان کی مخالفت و محبت کے باوجود ڈٹ جائے، اور جس چیز کو باطل سمجھے اسے کسی کے زور دینے پر بھی قبول نہ کرے۔ ماں، باپ، شوہر، اور خاندان کے دوسرے بزرگ یقیناً اس کے مستحق ہیں کہ ان کی فرمانبرداری کی جائے، ان کا اوصاف و لحاظ کیا جائے، ان کے مقابلے میں نشو و نما اور خود ساری نہ اختیار کی جائے۔ مگر سب کے حقوق اللہ اور اس کے رسول کے حقوق سے نیچے ہیں نہ کہ ان کے اوپر۔ خدا اور رسول کی نافرمانی کے رستے پر جو بھی آپ کو چلانا چاہے، آپ اس کی فرمانبرداری سے صاف انکار کر دیں، خواہ وہ باپ ہو یا شوہر۔ اس معاملے میں آپ ہرگز کسی سے نہ دیں۔ بلکہ اس کا جو بدتر سے بدتر نتیجہ آپ کی دنیوی زندگی کو برباد کرنا نظر آئے اس کو بھی تو کلام علی اللہ گوارا کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ دین کے اتباع میں آپ جتنی مضبوطی دکھائیں گی، انشاء اللہ اتنا ہی آپ کے ماحول پر اچھا اثر پڑے گا اور بگڑے ہوئے گھروں کو درست کرنے کا آپ

کو موقع ملے گا۔ اس کے برعکس بے جا اور غیر شرعی مطالبات کے آگے جس قدر آپ جھکیں گی، آپ کی اپنی زندگی بھی اسلام کی برکات سے محروم رہے گی، اور آپ اپنے گرد و پیش کی سوسائٹی کو بھی ایمان و اخلاق کی کمزوری کا ایک بڑا نمونہ دیں گی۔

تیسرا کام آپ کے ذمہ یہ ہے کہ تبلیغ و اصلاح کے معاملے میں اپنے گھر کے لوگوں، اپنے بھائی بہنوں، اور اپنے قریبی رشتہ داروں کی طرف سب سے پہلے اور سب سے زیادہ توجہ کریں۔ جن بہنوں کو اللہ نے اولاد دی ہے ان کے ہاتھ میں تو گویا اللہ نے امتحان کے وہ پرچے دے دیے ہیں جن پر اگر وہ کامیابی کے نہر نہ لے سکیں تو پھر دوسرا کوئی پرچہ بھی ان کے اس نقصان کی تلافی نہ کر سکے گا۔ ان کی توجہ کی مستحق سب سے بڑھ کر ان کی اولاد ہے جسے دین اور دینی اخلاق کی تربیت دینا ان کی ذمہ داری ہے۔ شادی شدہ خواتین کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہروں کو راہ راست دکھائیں، اور اگر وہ راہ راست پر ہوں تو اس پر چلنے میں ان کی زیادہ سے زیادہ مدد کریں۔ ایک لڑکی ادب و احترام کے پورے حدود ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے باپ اور اپنی ماں تک بھی کلمہ حق پہنچا سکتی ہے، اور کم از کم اچھی کتابیں تو ان کے مطالعہ کے لئے پیش کر ہی سکتی ہے۔ چوتھا کام، جسے آپ کو فرض سمجھتے ہوئے انجام دینا چاہیے، یہ ہے کہ جس قدر وقت بھی آپ اپنے خانگی فرائض سے بچا سکتی ہوں وہ دوسری عورتوں تک دین کا علم پہنچانے میں صرف کریں۔ چھوٹی لڑکیوں کو تعلیم دیجئے۔ بڑی عمر کی ان پڑھ عورتوں کو پڑھائیے۔ پڑھی لکھی عورتوں تک اسلامی کتابیں پہنچائیے۔ عورتوں کے باقاعدہ اجتماعات کر کے ان کو دین سکھائیے، یا تقریر نہ کر سکتی ہوں تو مفید چیزیں سنائیے۔ غرض آپ جس جس طرح بھی کام کر سکتی ہوں، کریں اور امکانی حد تک پوری کوشش کریں کہ آپ کے حلقہ تعارف میں عورتوں سے جہالت اور جاہلیت دور ہو۔

تعلیم یافتہ خواتین پر اس وقت ایک اور فرض بھی عائد ہوتا ہے جو ایک لحاظ سے اپنی اہمیت میں دوسرے تمام کاموں سے بڑھ کر ہے۔ وہ یہ کہ اس وقت مغرب زدہ طبقے کی خواتین پاکستان کی عورتوں کو جس گمراہی، بے حیائی، اور ذہنی و اخلاقی آوارگی کی طرف دھکیل رہی ہیں، اور جس طرح حکومت کے ذرائع و وسائل سے کام لیکر عورتوں کو غلط راستے پر ڈالنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، ان کا پوری طاقت سے مقابلہ کیا جائے۔

یہ کام صرف مردوں کے کیے نہیں ہو سکتا۔ مرد جب اس گمراہی کی مخالفت کرتے ہیں تو عورتوں کو یہ کہہ کہہ کر بہکایا جاتا ہے کہ یہ مرد تو تم کو غلام رکھنے پر تھے ہوئے ہیں، لان کی تو ہمیشہ سے یہی مرض رہی ہے کہ عورتیں چار دیواریوں میں گھٹیا گھٹ کر مرقی رہیں اور انہیں آزادی کی ہوانہ لگنے پائے۔ اس لئے ہمیں اس فتنے کا سد باب کرنے میں عورتوں کی مدد کی سخت ضرورت ہے۔ خدا کے فضل سے ہمارے ملک میں ایسی شریف اور خدا پرست خواتین کی کمی نہیں ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور ان اپوا کی بیگمات سے علم اعدہ دانت اور زبان و قلم کی طاقت میں کسی طرح کم نہیں ہیں۔ اب یہ ان کا کام ہے کہ آگے بڑھ کر ان کا مہم توڑ جواب دیں۔ وہ انہیں بتائیں کہ مسلمان عہدت حدود اللہ سے باہر قدم نکالنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہے۔ وہ ڈنکے کی چوٹ کہیں کہ مسلمان عہدت اُس ترقی پر لعنت بھیجتی ہے جسے حاصل کرنے کے لئے خدا اور اس کے رسول کی مقرر کی ہوئی حدیں توڑنی پڑیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کا یہ کام بھی ہے کہ منظم ہو کر ہر اُس حقیقی ضرورت کو جس کی خاطر حدود و شکسی کو ناگزیر کہا جاتا ہے، اسلامی حدود کے اندر پورہ کر کے دکھائیں، تاکہ ہر گمراہ کرنے والے اور کرنے والی کا ہمیشہ کے لئے منہ بند ہو جائے۔

چھ ماہ تک

”سیفٹی ایکٹ“ کی کال کوٹھڑی میں مجبوس رہنے کے بعد

ہفت روزہ ”جہان نو“ کراچی

پھر جلدی ہو گیا ہے۔ اس کا مسلک حق گوئی ہے۔ اور حق کے لیے قید و بند اور رنج و محن تو ہے، لیکن شکست

دست نہیں ہے۔ پابندی کے بعد پہلا ہی خاص شمارہ ”جمہوریت کا جنازہ“ کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے۔

۶ صفحات ”جہان نو“ ساڑھے تین سو روپے۔ قیمت ۴۰ روپے۔ سالانہ چھ سو روپے۔

(نوٹ: بھارت کے خریدار اور ایجنٹ صاحبان سالانہ قیمت اور آرڈر کی رقم اسٹار نیوز ایجنسی، راپورہ یوپی، بھارت

کو بھیجیں اور دفتر ”جہان نو“ کو اطلاع دیں۔

مینجر ہفت روزہ ”جہان نو“ یعقوب خان روڈ، کراچی نمبر ۱۔